73

لَقَدْ جِئْنٰکُمْ بِالْحَقِّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَکُمْ لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَ ۰

از تصنیف ماہر معقول و منقول حاوی فروع و اصول محیی السنۃ

قامع البدعۃ حاج الحرمین مولانا السید ولایت حسین صاحب رئیس دیورہ

(صوبہ بہار) مدت ظلال مکارمہ و فیوضہ بحرمۃ سید الثقلین

1885

کشف التلبیس

المعروف بہ

الہادی

(جلد ثالث)

حسب ارشاد

حضرت مولانا مولوی ظہور احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار

و مدیر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

کارکنان حزب الانصار نے جریدہ شمس الاسلام کے ساتھ

طبع کرایا

ذخیرہ

Marfat.com

V.3.
59856

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گشت چون تالیف در رد روافض این کتاب
دشمن اصحاب نبوی گشت ازوی لاجواب

شکر حق آمد ہدی للمتقین لاریب فیہ
گمرہان گویند اورا گر خطا و ناصواب

گر کسے بیند در واز اہل بغی و اعتساف
نے عجب خیرہ شود نظرش ز تاب آفتاب

چون شود آگاہ ز کید این ستمگار و سیاہ
نے عجب از ہر دو چشم او بریزد خون ناب

منکشف شد بر ہمہ چون کیدہائے اہل زیغ
گشت بریان زو قلوب شان بسے ہمچو کباب

کیدہائے شان شدہ ظاہر چو بر اہل جہان
در درون خوردند مثل مار از بس پیچ وتاب

مشتہر کردند شیعان گرچہ ظلمت را بنور
لیک تشنہ را کند سیراب کے آب سراب

اہل ظلمت گرچہ پندارند اورا نور خویش
لیک در حیرانیان افتند ز در روز حساب

مے نماید نور در منظر تعصب لیک حیف
در شب دیجور کار آید کجا این کرم تاب

حیف بر حال زبون این شیعۂ گندہ دہن
مے کنند از لن ترانیہائے خود دین را خراب

اہل باطل گرچہ حق دانند باطل را ولے
نزد عاقل مشتبہ گردد کجا آب و سراب

چون مصنف گشت بیندش تاریخ طبع
غیظ[1] بر آمد ز قرآن سال طبع این کتاب
۱۹۱۰ھ

---

[1] اشارہ است بآیہ کریمہ لیغیظ بہم الکفار ۱۲ منہ

1885

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مولا سیف اللہ۔ میاں محی الدین! کہو اب افضلیت خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا ہماری تحقیقات سابقہ سے بخوبی ثابت نہیں ہو گیا کہ صاحب ظلمت کفر کے تمامی بیانات محض دھوکے کی ٹٹی ہیں جن کو راستی و صداقت۔ اتفاق حق و دیانت سے کوئی تعلق نہیں

محی الدین۔ حضرت! بیشک مذہب اہل سنت حق ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلا شبہ افضل ترین صحابہ اور لائق با خلافت تھے۔ ہم اپنی نادانی و جہل سے شیطانی سیرت افسوس ایسے لوگوں کے دام میں آ گئے اور اُن کی تقریر پر تردید پر فریفتہ ہو گئے۔ جن کا ابطال حق کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔ اور نہ توہین اہل بیت نبوی و اصحاب مصطفوی کے علاوہ کوئی مطلب۔ وہ محض اپنی جھوٹی کہانیوں اور فضول ان ترانیوں سے جن کی واقف منصف کے نزدیک خس کے برابر بھی کوئی وقعت نہیں۔ نادانوں اور ضعیف الایمانوں کو حق سے منحرف کر ڈالتے ہیں۔ بے شک عاقل کو عارف رومی قدس سرہ کا یہ ارشاد

؎ پس بہر دستے نباید داد دست

تو ہمیشہ مد نظر رکھنا اور ہر ایک چکنی چپڑی بات بنانے والوں کے اقوال مزخرفہ پر گرویدہ نہ ہونا چاہئے۔ فی الحقیقت تحقیق مذہب اہل علم و دیانت کا کام ہے۔ نہ ہمارے مرشد الضلالۃ علی رضا ایسے جاہلوں کا منصب۔ نعوذ باللہ۔ اب میں اپنے مذہب حق کی طرف رجوع کرتا اور اپنی گمراہی و ضلالت عارفہ سے تائب ہوتا ہوں۔

سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

گرچہ بطلان مذہب امامیہ میں اب کوئی تردد باقی نہیں رہا۔ مگر مزید اطمینان کیلئے

صاحب ظلمت کفر کے چند معتریات کا شافی جواب چاہتا ہوں۔ براہ کرم تسکین دل حزین فرمائیں۔

نمبر ۱

حسب تحریر آپ کے جب خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم میں کامل محبت تھی اور وہ لوگ پکے دیندار و عاشق زار سید ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ پھر کیا وجہ کہ انتقال نبوی کے ساتھ ہی آپ کی لخت جگر نور نظر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ وہ حسن سلوک کیا کہ ان کا گھر تک جلادیا۔

نمبر ۲

جب جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی محبت تھی کہ آپ کی خبر وفات سنکر بالکل ہوش جاتا رہا تھا۔ تلوار لئے پھر رہے تھے کہ جو شخص وفات شریف کا نام لے گا۔ اُس کی گردن ماروں گا۔ پھر کیوں تھوڑی دیر میں خلافت کیلئے سقیفہ بنی ساعدہ کو دوڑے اور خلیفہ اول کی بیعت سب سے پہلے آپ ہی نے کی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے حتیٰ کہ تجہیز و تکفین میں حضرت علیؓ و عباسؓ کے سوا اور کوئی شامل نہ ہوا۔

نمبر ۳

متعہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز کیا اور خلافت صدیقی میں اس پر عمل درآمد رہا۔ پھر حضرت عمر کون حرام کرنے والے تھے جیسا کہ خود انکے کلام سے ثابت ہے۔

نمبر ۴

تقیہ تقیہ شیعے جو کہا کرتے ہیں اسکی کوئی دلیل بھی ہے یا نہیں اور جناب مرتضوی سے تقیہ کرنا ثابت ہے یا نہیں۔

نمبر ۵

اعمال محرم جائز ہیں یا نہیں۔ جائز و ناجائز کی تشریح فرمایئے

مولانا سیف اللہ۔ بہتر یہ مرحلہ بھی طے کر لیجیئے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وھو الموفق للحق والصواب

Marfat.com

نمبر ۱

گرچہ صاحب ظلمت کفر نے اس واقعہ کے متعلق بہت کتابوں کا حوالہ دے رکھا ہے۔ مگر ہمارے جوابات سابقہ سے اسکی راست بازی بخوبی واضح ہو چکی ہے۔ باایں ہمہ ایک انگریز مؤرخ کا قول نقل کرتا ہوں۔ صاحب سیرۃ الفاروق صفحہ ۹۴ میں انلس اوف خلافت حاشیہ صفحہ ۶ سے سر ولیم میور کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"سر ولیم میور اس روایت کو محض بے بنیاد خیال کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر نے حضرت علی کے بیعت نہ کرنے پر ان کے مکان کو آگ لگا دینے کی دھمکی دی ہو"

پس جب ایک انگریز مؤرخ نفس دھمکی دینے کو بے اصل بتاتا ہے تو آگ لگا دینے کا الزام کس قدر بیہودہ ہوگا۔ چنانچہ آخر اکابر شیعہ کو بھی وقوع احراق سے انکار ہی کرنا پڑا ہے۔ صاحب عماد الاسلام فرماتے ہیں۔ ان مقتضی تلک الروایات ہو ان عمر تبعتہ قصد احراق بیت فاطمہ وانی بالحطب وجمعہ علی بابہ لا انہ وقع منہ الاحراق فلعل کان غرضہ مجرد التخویف (منتہی الکلام) اور مزید تفصیل منتہی الکلام وہدایات الرشید میں ملاحظہ فرمایئے۔

اور صاحب ظلمت کفر نے جو اس قصہ کے بعد یہ لکھا ہے کہ حضرت سیدہ خود دروازہ پر تشریف لائیں اور فرمایا مجھے کیوں ستاتے ہو میں صرف چند دن کی مہمان ہوں۔ اسپر لوگوں نے دروازہ کو دھکا جو دیا۔ تو تقوے حضرت سیدہ پر گرا اور حضرت مجروح ہوئیں آخر جناب خود نکل آئے" سو اس جگہ حضرت اپنے اسلاف سے کسی قدر شرم وحیا میں بڑھ گئے۔ ورنہ آپ کے باحیا بزرگوں نے تو اندھیر کر دیا ہے۔ ان کی روائیوں میں ہے کہ کواڑ کے گرنے سے دشمنان حضرت سیدہ کی پسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور اس صدمہ سے حضرت محسن سہ ماہہ کا اسقاط ہو گیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

اور حضرت علی کی نسبت جو یہ لکھا کہ آپ خود ہی باہر نکل آئے یہ بھی جناب مرتضوی پر بڑا احسان کیا ہے ورنہ مجلسی وغیرہ کی روایت ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ دشمنان مرتضوی کے گلے میں رسی ڈال کر حضرت خالد وغیرہ کھینچتے گھسیٹتے ہوئے خدمت صدیقی میں لے گئے اور بیعت کرا چھوڑی۔ حملہ حیدری کے دو شعر یہ ہیں ؎

بدست عمر بود یک ریسمان * دگر در کف خالد پہلوان *
فگندند در گردن شیر نر * کشیدند اورا بر بوبکر *

Marfat.com

نمبر ۲

(۲) ایک مختصر جواب حسب روایات مسلمہ اکابر شیعہ یہ ہے کہ حضرت شیخین و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہونا خود بارشاد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں:-

سلمان گفت من رفتم بخدمت امیر علیہ السلام و او مشغول غسل دادن حضرت رسول بود زیرا کہ آنحضرت وصیت کردہ بود کہ کسے غیر او متکفل غسل او نشود پس گفت یا رسول اللہ کہ اعانت مے کند مرا بر غسل تو گفت جبرئیل پس ہر عضوی کہ حضرت میخواست کہ بشوید جبرئیل میگردانید آن عضو را۔ و او طاہر میکرد و چون از غسل و کفن و حنوط فارغ شد مرا طلبید با ابوذر و مقداد و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ما در عقب او صف بستیم و بر او نماز کردیم و عائشہ دراں حجرہ بود جبرئیل چشم او را گرفت کہ آں نماز را ندید پس رخصت داد صحابہ را کہ دہ دہ نفس داخل مے شدند و بر دور حضرت مے ایستادند و علی علیہ السلام آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ۔ الآیۃ را تا آخر مے خواند و ایشان صلوات مے فرستادند و مے رفتند تا آنکہ ہمہ مہاجرین و انصار داخل شدند و صلوات می فرستادند و مے رفتند و نماز حقیقی ہمان نماز بود کہ اول کردہ شد و اگر ایشان را جنب مے شد طمع میکردند کہ امامت نماز را ابوبکر بکند پس سلمان گفت کہ من خبر دادم امیر المومنین را با آنچہ آن منافقان کردند در وقتیکہ مشغول غسل بود۔ و گفتم الحال ابوبکر بر منبر نشستہ است و مردم راضی نمی شوند کہ بیک دست باو بیعت کنند و با ہر دو دست باو بیعت مے کنند حضرت فرمود یا سلمان دانستی کہ اول کسیکہ باو بیعت کرد در وقتیکہ بر منبر حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالا رفت کہ بود گفتم نہ ولیکن در ثقیفہ اول کسے کہ باو بیعت کرد بشیر بن سعد بود۔ پس ابو عبیدہ پس عمر پس سالم مولی ابی حذیفہ پس معاذ بن جبل الخ۔

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوتیں (۱) حضرت شیخین و سیدنا ذی النورین

ـــه حضرت سیدہ کا غیر مردوں کی صف میں کھڑا ہونا بھی عجب العجاب ہے ۲ منہ

Marfat.com

و دیگر حضرات کا شریک غسل و تکفین نہ ہونا وصیت نبوی کے مطابق اور ارشادِ خداوندی مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا کے موافق تھا جو اُنکی کمال دینداری و عین اتباع شریعت پر دال ہے ؎

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

(ب) حضرت عباسؓ بھی انہی مخالفین جناب امیر و خلافت کی ذہن میں تھے۔ مگر قسمت نہ لڑی اور رسول اللہؐ کی آخری خدمت غسل و تکفین سے بھی محروم رہے۔ پس صاحب ظلمت کفر کا حضرت عباسؓ کی شرکت بیان کرنا محض غلط ثابت ہوا۔ یا براہ کید ابن سبائی حضرت عباسؓ پر بھی اعتراض کرنا مقصود ہے۔ کہ انہوں نے بھی ارشاد نبوی کو ملحوظ نہ رکھا۔ اور تجہیز و تکفین میں زبردستی حضرت علیؓ کی حق تلفی کرنے اور اور مساوات جتلانے کو شریک ہو گئے۔ اگر حضرت عباسؓ تجہیز و تکفین میں شریک تھے تو پھر نماز میں کیوں شریک نہیں کئے گئے۔ یا جس طرح حضرت صدیقہ کی آنکھ جبرئیل نے بند کر دی تھی حضرت عباسؓ کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا گیا افسوس غسل کے وقت جبرئیل کو آنکھ بند کرنے کی نہ سوجھی حالانکہ اغیار سے اُسی وقت پردہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ج) تمام مہاجرین و انصار نے جن میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں نماز جنازہ پڑھی اور جناب امیر تعلیم و تلقین فرماتے رہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ مرتد و منافق نہ تھے۔ ورنہ امیر المومنین کو آیہ کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کے برخلاف منافقوں سے صلوٰۃ و سلام پڑھوانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر براہ تقیہ ایسا کرنے پر مجبور ہوئے (حالانکہ تقیہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ صحابہ نے آپ کو کسی طرح مجبور نہیں کیا تھا بلکہ برابر امیدوار اجازت رہے) تو جناب امیر نے صحابہ کو اپنی اصلی نماز میں شریک ہونے کی کیوں اجازت نہیں دی۔

اس سے بحمد اللہ یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ تمامی صحابہ شیعوں کی اصلی نماز جنازہ پڑھے ہوئے کر لیتے بھی موجود تھے۔ مگر جبرئیل امین و امیر المومنین دونوں حضرات استاد شاگرد

۱؎ شیعہ جبرئیل امین کو جناب امیر المومنین کا شاگرد کہتے ہیں۔ اور یہ کیوں۔ تاکہ۔ باقی بر صفحہ آئندہ

Marfat.com

جب آیتہ کریمہ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡهٰی عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی کو بالائے طاق رکھیں اور ایک کسی کی آنکھ بند کریں تو دوسرے کسی کو اندر آنے نہ دیں۔ تو اس آفرا تفری میں ان غریب حاضرین کا کیا قصور ہے کیا خوب ع انہیں الزام دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

(د) صحابہ رضی اللہ عنہم کو جناب امیر سے مخالفت نہ تھی۔ ورنہ اُن کو اجازت مرتضوی کا انتظار کرنے کی کیا حاجت تھی جس کی وجہ سے وہ بقول روافض حقیقی نماز سے محروم رہ گئے۔ گرچہ اس کا مواخذہ دونوں استاد شاگرد ہی کے سر رہے گا۔

(ہ) سقیفہ بنی ساعدہ میں سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت عمر نہ تھے۔ کہ احتمال مکر و فریب ہوتا کما زعم الروافض۔ بلکہ آپ نے دو شخصوں کے بعد بیعت کی تھی۔

(و) حق الیقین کی اس عبارت سے واگر ایشاں را خبر مے شد طمع میکردند کہ امامت نماز را ابوبکر کند گرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کا نماز پڑھ لینا صحابہ کو معلوم نہیں ہوا۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے کی کوئی فکر نہیں تھی اس لئے شریک نہ ہوئے نہیں۔ بلکہ وہ تو اسی غرض سے در اقدس پر حاضر تھے۔ مگر اجازت مرتضوی کے انتظار میں وہ غریب باہر بیٹھے کے بیٹھے رہے۔ ادھر جناب امیر نے خود امام بننے کے شوق میں نماز کے لئے اُنہیں بلایا تک نہیں۔ اور آپ ہی چپکے چپکے نماز پڑھ لی۔

مگر افسوس جبرئیل کی اس حاسدانہ کارروائی نے اُن کو بھی حضرت صدیقہ کے ساتھ شرکت نماز جنازہ سے محروم رکھا۔ کاش جبرئیل حضرت صدیقہ کی آنکھیں بند کرنے کے درپے نہ ہوتے اور جنازہ مصطفوی میں شریک ہو جاتے۔ مگر حسب معتقدات روافض اہل بیت پر حسد کرنے کے باعث جب حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام جنت سے نکال دیئے گئے۔ تو حسد اہل بیت کی وجہ سے اگر حضرت جبرئیل شرکت جنازہ مصطفوی و اقتدائے مرتضوی کے شرف سے محروم رہے۔ تو کونسا محل تعجب ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۔ خلفا ثلثہ سے آپ کی افضلیت ثابت ہو۔ اور افضلیت اس طرح کہ حضرت جبرئیل بنص قرآنی معلم جناب رسول اکرم ہیں۔ اور جب وہی شاگرد ٹھہرے تو امیر المومنین کو سید الاولین والآخرین کے استاذ الاستاذ ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ پھر خلفاء ثلثہ کی کیا حقیقت رہی۔ مگر ایسے ناپاک عقیدہ کی شناعت خود اظہر من الشمس ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ واللہ الہادی ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

Marfat.com

حق الیقین کا مطلب تو آپ پر بخوبی واضح ہو چکا کہ امامت صدیقی کے ڈر سے جناب امیر نے چوری چھپی نماز جنازہ پڑھ لی اور یہ کہ خلفائے ثلثہ کو نماز جنازہ کی خبر تک نہ ہونے دی۔ مگر بفحوائے "دروغ گو را حافظہ نباشد" غریب مجلسی کو آگے پیچھے کی خبر تک نہیں رہتی۔ صاحب منتہی الکلام علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:-

"تالیفات ملا باقر مجلسی مثل جلاء العیون وغیر آن نیز بہمین ناطق است کہ خلفائے وقت نماز حاضر بودند بلکہ قصد امامت کردند و بمنع امیر ممتنع شدند تا آنکہ آنجناب خود امامت کرد۔ پستر اصحاب را رخصت داد کہ دہ دہ نفر داخل شوند و صلواۃ فرستند و جدا شوند"

اب بھی خلفاء ثلثہ کی موجودگی اور اتباع مرضیات مرتضوی میں شبہ ہو سکتا ہے۔

اس کے ساتھ اگر یہ ضمیمہ ملایا جائے کہ بنا بر بعض روایات شیعہ سقیفہ میں خلافت کا جھگڑا دفن کے بعد پیش ہوا تھا۔ تو معترض کے سارے ہفوات ہباءً منثوراً ہو جاتے ہیں منتہی الکلام میں ہے۔

بلکہ "از کتاب انوار بدریہ میتوان یافت کہ اجتماع در سقیفہ و شغل بمہات خلافت بعد از دفن پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم است"

تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہونے کا جواب تو حسب مسلمات شیعہ بحمد اللہ سبحانہٗ ہم بخوبی دے چکے جس کے دیکھنے کے بعد شیعوں کو انشاء اللہ چون و چرا کی گنجائش باقی نہیں رہی اور تجہیز و تکفین میں اگر بالفرض شریک نہیں بھی ہوئے تو یہ امر حسب وصیت نبوی کے مطابق واقع ہوا ہے۔ کما مر تو محل اعتراض نہیں ہو سکتا دیکھئے علمائے شیعہ اپنی بات بنانے کے لئے اہل سنت کے اس شبہ کا ذکر اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر جلانا اور آپ کو صدمہ پہنچانا اور جناب امیر کو برسوائی تمام لیجانا و دیگر مفوات شیعہ کو کچھ بھی واقعیت سے سروکار ہوتا تو شان مرتضوی سے نہایت مستبعد اور مستقبح ہے کہ آپ ایسے مواقع میں شجاعت حیدری سے کام نہ لیں اور بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاونت اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت نہ فرماویں، یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ سکوت جب ہی قبیح سمجھا جا سکتا تھا کہ بلا وصیت نبوی ہوتا۔ والا فلا۔

گرچہ قصہ وصیت بھی دشمنان اہل بیت کی ایجاد اور مفتریوں کا طبع زاد ہے

Marfat.com

جنہوں نے اپنے مخترعہ مطاعن کی تکمیل وتائید کے لئے اس قسم کے خرافات گھڑ رکھے ہیں لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ ط

فاضل جاتسی عماد الاسلام میں لکھتے ہیں ھذا القعود انما کان یستقبح اذا لم یکن مستند ا بوصیۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم اما اذا کان کذلک فیکون القعود واجبا والامامیہ تقول ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم وصی علیا بالصبر وعدم منابذۃ الثلثۃ الخ منتہی الکلام

اب کوئی ان دشمنان عقل وایمان سے پوچھے کہ اگر تمہارا یہ عذر صحیح ہے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر کو مظالم خلفائے ثلثہ پر صبر وسکوت کی فی الحقیقت وصیت کی تھی تو جناب امیر بسا اوقات خلفائے ثلثہ کے ساتھ مقابلہ اور منازعت ومخاصمت پر کیوں مستعد ہوتے رہے۔ اور بوجہ ترک واجب گنہگار بنے ذرا اپنے شیخ المشائخ صاحب علل کی روایت تو سنئے جس ترجمہ ہم منتہی الکلام سے علل الشرائع ۱۲ نقل کرتے ہیں:۔

خلیفہ ثانی کو جب جناب سیدہ کے انتقال کی خبر پہونچی تو بہت ہی روتے پیٹتے خلیفہ اول کو ساتھ لئے بغرض تعزیت امیرالمومنین کے پاس آئے۔ اور شکایت کی کہ جس طرح آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل میں ہمیں کوئی دخل نہ دیا اور حسن نے آپ کے سکھلانے سے ابو بکر کو کہدیا کہ تمہیں منبر نبوی سے کیا سروکار ہے۔ اسیطرح جنازہ فاطمی پر بھی ہمیں نہ بلایا۔ سو کیا یہ آپ کی رنجش کی دلیل نہیں ہے۔ حضرت امیرنے فرمایا اگر ہم شرعی قسم کھائیں تب تو سچ مانوگے۔ عمرنے کہا ہاںؔ۔ غرض جناب امیر مسجد اقدس میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ پہلی دونوں باتوں کی تو یہ وجہ تھی کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غسل کے بارے میں اور فاطمہ نے اپنی نماز جنازہ وما یتعلق بہا کی نسبت وصیت کی تھی کہ غیروں کو دخل نہ دینا۔ اور حاشا کہ ہم نے حسن کو کچھ کہنے کے لئے کہا ہو۔ بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ چونکہ جناب مصطفوی سے وہ بہت ہی مانوس تھے حتی کہ عین نماز میں دوش مبارک پر سوار ہوجایا کرتے تھے اور خطبہ کے اندر دامن اطہر کو کھینچا کرتے تھے اس لئے منبر نبوی پر ابو بکر کا چڑھنا ناگوار ہوا ہوگا۔ مگر عمرنے جناب امیر کی

ؔ حضرت عمر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ شیعوں کی روایات تقیہ نے جناب امیر کے لئے جھوٹی قسم کھانا بھی جائز بلکہ واجب کردیا ہے اور دروغگوئی کو جزو ایمان بنادیا ہے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

کہانی ایک نہ سنی (شاید اب تقیہ کا پتہ چل گیا ہوگا) اور آپ کے کلمات طیبات کو معاذ اللہ بات بتول سمجھا اور یہ ٹھان لی کہ ضرور نعش فاطمی کو قبر سے نکال کر نماز جنازہ پڑھیں۔ آخر یہاں تک بات بڑھی کہ قریب تھا کہ ذوالفقار نکل پڑے اور صحابہ میں عظیم مقاتلہ ہو جائے۔ کیونکہ جناب امیر نے قسم شرعی کھائی تھی کہ اگر ایسا ہوا تو عمر کی گردن اتار لوں گا۔ بلکہ ایسا کرنے سے پہلے اُسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ آخر مہاجرین و انصار بیچ میں پڑے اور عمر کی خواہش پوری نہ ہونے دی"

اب فرمایئے یہاں مظالم خلفائے ثلثہ پر صبر و سکوت کی وصیت کہاں گئی۔ اور جس طرح اُن مظالم مفروضہ کے وقت ہیں کہ معاذ اللہ گلوئے مرتضوی میں رسی ڈالی گئی۔ حضرت محسن کا اسقاط کرایا۔ غصب ام کلثوم کی نوبت آئی۔ فاطمہ کا گھر جلایا۔ بر سوسنیہ معصومہ کو تہمت . . . لگائی۔ چنانچہ علل شیخ المشائخ کی روایت سنئے۔

واما قذف المحصنة فقد قذفوا فاطمة فی منابرهم (منتہی الکلام)

وصیت کی آڑ میں سب کچھ سہہ لیا اور حقوق فاطمی اور عزت و آبرو سب کو خیرباد کہدیا۔ جس کے صلہ میں حضور فاطمی سے جنین رحم کا آپ کو خطاب ملا۔ کما مر عن المجلسی۔ یہاں بھی اُسی وصیت نامہ کو پیش نظر رکھکر اٹھنا اور کیوں نہیں برداشت کرلیا۔ افسوس زندگی میں تو مظالم خلفا سے غریب معصومہ کو بچانے کی اپنے پرائے کسی کو بھی فکر نہ ہوئی۔ اور مرنے پر اپنے پرائے سب ہی کو غیرت آگئی اور سب مددگار آ کھڑے ہوئے۔ کسی نے یہ بھی نہیں سوچا کہ مردہ پر جیسی دس من مٹی ویسی سو من۔ اور یہ سب مصائب محض خیال ہی خیال ہیں۔ جن کی واقعیت کے اثبات میں آج آٹھ نو سو سال سے حضرات محبان اہل بیت کی خامہ فرسائی قابل داد ہے اور اختلافات قابل عبرت۔

فی الحقیقت ایسے ہی مواقع میں بحق ناطق امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعن آبائہ الکرام و اولادہ العظام کے اس ارشاد کا اثر کہ "ابوبکر بیشک صدیق ہیں۔ جو شخص اُن کو صدیق نہ کہے خدا اُس کی بات دنیا و آخرت میں سچ نہ کرے"۔ کما مر بالبداہۃ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بددعا کے وبال سے شیعوں کے ساری ہفوات باہم متناقض پائے جاتے ہیں اور اِن کی کوئی بات بنتی نظر نہیں آتی۔ باایں ہمہ علل الشرائع کی روایت سے یہ بات بحمد اللہ بخوبی ثابت ہوگئی کہ مظالم

Marfat.com

اہل بیت کی نسبت علمائے شیعہ کے سداسے خرافات نقش برآب ہیں۔ اور تمامی صحابہ محب دجان نثار اہل بیت اطہار تھے۔ معاذ اللہ اگر خلفائے ثلثہ اہلبیت نبوی کی نسبت اس قسم کے مظالم کا ارادہ کرتے جن کے بیان سے اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اُنہیں ہرگز ایسے ملائم حرکات کرنے کی رخصت نہیں دیتے اور اہل بیت نبوی کی طرفداری میں خلفائے ثلثہ سے برسر پرخاش ہو جاتے۔ اور پھر خلفائے ثلثہ یا اُن کے معدودے چند اعوان وانصار سے جمہور صحابہ کے برخلاف کچھ بنائے نہ بنتا۔ بیشک الحق یعلو ولا یُعلی۔ آخر حق بات بے اختیار نکل ہی آتی ہے۔

چونکہ روایات اہل سنت کو حضرات شیعہ کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے جو کچھ عرض کیا گیا اُن کے ہی گھر کی بات ہے۔ اب انہیں اختیار ہے اپنے علمار کرام کی رام کہانی بھی مانیں یا نہ مانیں۔ مَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

البتہ ابھی اس شبہ کا جواب باقی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کی خبر وفات نبوی سے بالکل مدہوشانہ کیفیت ہو رہی تھی اور جناب صدیقؓ بھی عاشق زار رسید ابرار تھے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر قبل تجہیز وتکفین سقیفہ کو خلافت کے لئے کیوں دوڑے گرچہ یہ شبہ ناواقفوں کو ہو سکتا ہے۔ مگر باخبر حضرات کی یاددہانی کے لئے اتنا ہی عرض کردینا کافی ہے۔ کہ حضرت شیخین نے بے بلائے سقیفہ کا قصد نہیں کیا۔ یہ لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہی تھے کہ انصار میں خلافت کا قصہ پھیلا۔ تب بعض لوگ شیخین کے پاس دوڑے ہوئے آئے کہ جلد خبر لیجیے امت میں تفرقہ پڑا چاہتا ہے۔ انصار اپنے ہی میں سے خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ شیخین نے بھی خیال کیا کہ تقرر خلیفہ کی نسبت جناب رسول اللہ الائمۃ من قریش فرما چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ناواقفیت وغیرہ کی وجہ سے انصار خلیفہ بن بیٹھیں اور حضور نبوی کی غرض فوت ہو جائے چلئے انصار کو سمجھا دیجئے کہ یہ منصب قریش کا ہے دوسروں کو اس کی خواہش مناسب نہیں، گرچہ حضرت صدیق کی فہمائش کے بعد انصار نے بھی تسلیم کیا کہ فی الحقیقت قریش ہی کا منصب ہے۔ مگر اٹھا ہوا طوفان یکدفعہ فرو نہیں ہو سکتا تھا بعض لوگ

ف جیسا کہ اخراج نفس فاطمی میں ہوا۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

اس وقت بھی کہے جارہے تھے منا امیر و منکم امیر یعنے انصار و مہاجرین دونوں میں سے ایک ایک خلیفہ ہونا چاہیئے۔ اور فی الحقیقت اسلام پر انصار کے کچھ کم حقوق نہیں تھے۔ اگر آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام یہ قاعدہ کلیہ الائمۃ من قریش نہ فرما دیئے ہوتے تو بنا بر خدمت اسلامی انصار کا پلہ بھی دربار خلافت مہاجرین قریش سے زیادہ ہلکا نہ ٹھہرتا۔ باایںہمہ اُس وقت حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ یہ طوفان یوں فرو نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدیق کا ہاتھ پکڑا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت عمر کا بیعت کرنا تھا کہ سارے مہاجرین والانصار حضرت صدیق کی بیعت پر ٹوٹ پڑے اور سب نے بیعت کر لی۔ اور وہ اُٹھا ہوا ولولہ بآسانی فرو ہو گیا۔ اور ارشاد نبوی الائمۃ من قریش کی پوری تکمیل ہو گئی۔ تمامی مہاجرین و انصار کمالات صدیقی اور آپ کی افضلیت کے تو معترف ہی تھے۔ کسی کو اس سے انکار نہیں تھا۔ حضرت عمر کی ادنیٰ تحریک نے سب کو بیعت صدیقی کی جانب متوجہ کر دیا۔

اور اعتراف کیوں نہ ہو۔ حضرت صدیق حسب ارشاد نبوی جناب امیر وغیرہ تمامی لوگوں کے رہتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وقت میں امامت نماز میں آپ کی نیابت کر چکے تھے۔ اور نماز ایسی افضل العبادات کی امامت کے لئے جو منجملہ مناصب و حقوق خلافت ہے آپ نے حضرت صدیق ہی کو منتخب فرمایا تھا۔ چنانچہ اسی بات کو جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کس خوبی سے بیان فرماتے ہیں۔

استیعاب میں ہے عن قیس بن عباد قال قال لی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض لیالی وایاما ینادی بالصلوٰۃ فیقول مروا ابا بکر یصل بالناس۔ فلما قبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوٰۃ علم الاسلام و قوام الدین فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابا بکر (منتہی الکلام)

یعنے جناب امیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند رات دن بیمار رہے اور جب آپ کو نماز کی خبر دی جاتی تو فرماتے ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں۔ آخر جب آپ نے انتقال فرمایا اور بعد غور و تدبر یہ بات معلوم ہوئی کہ

Marfat.com

نماز اسلام کا جھنڈا اور دین کی بنیاد دیا ستون ہے اور جب اسی کے لئے حضور
اقدس نے ابوبکر کو تجویز کیا (اور دین ہیں آپ کا اتباع لازم کر دیا تو امور دنیا کی
حقیقت ہی کیا ہے) ہم نے بھی اپنی دنیا کے لئے اسی کو پسند کیا جس کو آپ نے ہمارے
دین کے لئے پسند فرمایا تھا۔ یہ سمجھ بوجھ کر ہم لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔
اسد الغابہ کی روایت ہے۔ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال
قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابا بکر وصلی بالناس و انی
شاھد غیر غائب و انی لصحیح غیر مریض ولو شاء ان یقدمنی لقدمنی
منی فرضینا الدینا نا من رضی اللہ ورسولہ لدیننا۔
حضرت علی فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابوبکر
کو امام بنایا اور وہی نماز پڑھاتے رہے حالانکہ ہم موجود تھے اور تندرست تھے
اور آپ چاہتے تو ہمیں امام بنا سکتے تھے (اور اس میں آپ کو کوئی مجبوری نہ تھی۔ مگر
آپ ہی نے ایسا نہ چاہا) سو ہم نے بھی اپنی دنیا کے لئے اسی کو پسند کیا جس کو
خدا رسول نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا۔
امامت صدیقی سے بھی انکار کی حضرات شیعہ کو گنجائش نہیں ہے صاحب
منتہی الکلام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔
پس گزارش است کہ ہر چند رواۃ امامیہ حق پوشی بکار بردند دعاۃ
اثنا عشریہ حق نیوشی را بہیم جو نخرند لیکن اگر در مرویات اینہا تصفح تام و تفحص ملا
کلام نمودہ شود حق از باطل متمیز میگردد حتی کہ متعصبین و متشققین طائفہ کہ خبر ندیبیں
و تلبیس پیشہ نداشتند مانند باقر مجلسی صاحب بحار ہم بریں مقدار اقرار
مے کنند کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وقت اشتداد مرض ہمان
فرمودہ بود کہ صاحب استیعاب در ترجمہ ابوبکر آوردہ و آں اینست
روی الزھری عن عبد الملک بن ابی بکر بن عبد الرحمن
عن ابیہ عن عبد اللہ بن زمعۃ بن الاسود قال کنت عند
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علیل فدعاہ بلال
الی الصلوۃ فقال لنا مروا من یصلی بالناس قال فخرجت فاذا
عمر فی الناس وکان ابوبکر غائبا فقلت قم یا عمر فصلی
بالناس فقام عمر فلما کبر سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

صوتہ وکان مجھماً فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاین ابوبکر یابی اللہ ذلک والمسلمون فبعث الی ابی بکر فجاءہ بعد ان صلے عمر تلک الصلوۃ فصلی بالناس طول علتہ حتی مات۔

اس عبارت سے بخوبی واضح ہو گیا کہ امامت صدیقی ایسا بدیہی امر ہے کہ علمائے شیعہ بھی باایں ہمہ بغض وعناد اس کو مخفی نہ رکھ سکے۔ اور بمصداق حق بر زبان جاری اضطراراً اُن کی زبان و قلم سے یہ روایت نکل پڑی۔ حق سبحانہ کا ارشاد بلاشبہ سچا ہے وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت صدیقؓ کی یہ امامت دلیل استحقاق خلافت و مشیر باستخلاف ہے یا نہیں۔ اس کی نسبت سابق میں جناب امیر کا فیصلہ عرض کر دیا گیا ہے۔ اور مزید اطمینان کے لئے علمائے شیعہ کے اور چند افادات عرض کئے جاتے ہیں۔ صاحب منتہی الکلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

"و ازینجا باطل شد آنچہ از متکلمین و محدثین شیعہ کہ صاحب بحار از جملہ ایشان است از راہ عصبیت و استکبار گفتہ اند کہ اگر قصہ امامت نماز صحیح می بود و دلالت بر امامتش مے کرد بدلائل دیگر در سقیفہ حاجتے نمے افتاد۔ پس ابوبکرؓ و اصحابش چرا ایں قصہ بر انصار احتجاج نمودند و دلیل امامتش بالخصوص نیاوردند پس معلوم شد کہ دریں امر اصلاً حجتے نیست انتہی و بحمد اللہ کہ برملاء مجلسی و مانند او مثل مشہور کہ دروغگو را حافظہ نے باشد صادق آمد زیرا کہ در مجلد فتن از بحار الانوار ہمیں روایت را کہ برائے تکذیب وارد کردم از اسیتعاب لفظ بلفظ آوردہ و در جائیکہ باعث عائشہ صدیقہ بر وضع حدیث امامت ابوبکر صدیق رقم کردہ میگوید کہ عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ مطلع خواہی شد کہ عمدہ

---

۵ حضرت ابوبکرؓ کے باوجودیکہ آپ اعلم بحقائق و رموز شریعت تھے سقیفہ میں واقعہ امامت پیش نہ کرنے کی چند وجہیں ہیں اولاً آپ کا مقصد اصلی فقط انصار کو دعویٰ خلافت سے روکنا تھا اور اُس کے لئے حدیث الائمۃ من قریش کافی و وافی تھی۔ ثانیاً واقعہ امامت کو پیش کرنا آپ کے کمال صداقت اور شائبہ حب جاہ دنیوی سے تنزہ کی دلیل ہے۔ اگر آپ اس واقعہ کو پیش فرماتے لوگوں کو خیال ہو سکتا تھا کہ آپ اپنی غرض سے انصار کی خلافت نہیں چاہتے۔ ثالثاً کسی مدعا کے ثبوت کیلئے تمامی دلائل کا بیان کرنا کچھ ضرور نہیں اگر ایک ہی دلیل سے کام چل جائے تو طول لاطائل کی کیا حاجت ہے۔ واقعہ امامت خلافت کی بین دلیل تھی آخر دیگر صحابہ نے جیسے حضرت عمرؓ وغیرہ نے اسکو پیش ہی کر دیا اور جناب امیر بھی اسی بنا پر

اسباب انعقاد خلافت برائے پرسش ہمیں امامت نماز بود چنانچہ در اخبار ایساں مرویست و در جائے دیگر گفتہ و امامت نماز بامردم دلیل استحقاق خلافت بودہ باشد چنانچہ در روایات ایشان خواہد آمد کہ باحتجاج عمر با مر نماز بیعت ابو بکر تمام شد انتہی ما قال المجلسی علی لسان المترجمین "

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ امامت کا دلیل استحقاق خلافت ہونا مسلم عند الشیعہ ہے۔ اب نفس وقوع امامت سے علمائے شیعہ باوجود اقرار کے خود ہی انکار بھی کر جائیں تو یہ کسی کے اختیار کی بات نہیں ہے وہ جانیں اور اُن کا ایمان۔

ہمارے ان معروضات سے یہ تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ شیخین کا سقیفہ کو جانا محض دینی غرض سے تھا کہ کہیں ارشاد نبوی الائمۃ من قریش کے خلاف انصار کچھ کر بیٹھیں اور پھر مہاجرین اسی حدیث کو حجت پکڑ کر خلافت انصار کی مزاحمت نہ کریں اور مسلمانوں میں ابھی سے اختلاف پڑ جائے۔ غرض شیخین نے جو کچھ کیا وہ کرنا چاہیئے تھا یا نہیں اس کا تصفیہ اہل تدین و انصاف بخوبی کر سکتے ہیں۔

اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ مرض الموت میں بارشاد نبوی حضرت صدیق کا امام ہونا اور اس امامت کا دلیل خلافت ہونا باقوال و روایات امامیہ بھی ثابت ہے اور نیز اس کو دیکھتے ہیں کہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سب نے بالآخر حضرت صدیق ہی کو خلیفہ تسلیم کیا۔ تو بے ساختہ یہی کہنا پڑتا ہے۔ خوب شد حق بحقدار رسید والحمد للہ علی ذلک۔

مگر ابھی تک اس شبہ کا جواب نہیں ہوا کہ ایسے غم و الم کے موقع میں وہ بھی قبل از تجہیز و تکفین شیخین کو ثقیفہ جانے کی جرأت کیسے ہوئی۔ گرچہ روایات شیعہ[۱] کو دیکھنے کے بعد کہ غسل و تکفین و تدفین کے سارے جھگڑے بھی شیخین ہی نے چکائے، اور پھر انصار کی خلافت میں جو کچھ احتمال فتنہ تھا جس کی تصریح پہلے کی گئی۔ اُسکو

[۱] مترجم تاریخ طبری جس کے شیعہ ہونے کا صاحب نزہتہ کو بھی اعتراف ہے۔ لکھتا ہے کہ ابو بکرؓ اختلاف مردم در باب غسل شریف باین وضع دفع کرد کہ شنیدم از انجناب کہ گفت اہل بیت مرا بشویند گویند علی و عباس را کہ غسل دہند آں گاہ ایشان باین کار مشغول شدند و او با مہاجر و انصار بر در مبارک نشست باز در دفن اختلاف افتاد۔ صدیق بتذکر حدیث الانبیاء یدفنون حیث یموتون دفع کرد۔ انتہی ملخصاً منتہی الکلام) ١٢ -

Marfat.com

بھی شیخین ہی نے سٹایا تو اعتراض کی جگہ ان کے کمالات و ... ر خیر خواہی امت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کیا جس امت کی بھلائی کے لئے جناب امیر حسین ایسی پیاری پیاری مقدس جانوں کا کربلا میں قربانی ہونا قبول کر لیا۔ جس کا صاحب ظلمت کفر معترف ہو چکا ہے۔ کیا حضرات شیخین ایسے امت کے فدائیوں سے ممکن تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں بند ہوتے ہی آپ کی پیاری امت کو اختلاف میں پڑ کر تباہ ہونے دیتے۔ اور کیا کسی منصف کا انصاف کہہ سکتا ہے کہ حضرات شیخین کی یہ کارروائی امت کی دلسوزی و دردمندی سے خالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد کے خلاف واقع ہوئی۔ حاشا وکلا۔ اور کیا مقتضائے عقل ہی تھا کہ روٹے پیٹنے میں لگے رہیں اور امت کو اختلاف میں پڑ کر برباد اور اسلام کا خاتمہ اور یہودیوں کی مراد پوری ہونے دیں۔

اب ایک روایت سنئے کلینی تفسیر اہلبیت میں امام صادق رضی اللہ عنہ سے آیۃ کریمہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کے ذیل میں اور مجلسی شرح اربعین وغیرہ میں شب معراج کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ ثم اتانی اخی بثلثۃ اوانٍ اناء فیہ لبن واناء فیہ ماء واناء فیہ خمر فسمعت قائلاً ان اخذ الماء غرق وغرقت امتہ وان اخذ الخمر غوی وغوت امتہ وان اخذ اللبن ھدی وھدت امتہ قال فاخذت اللبن وشربت منہ فقال لی ھدیت وھدت امتک الی قولہ ثم قال لی ماذا استقبلک فقلت لقیت امرأۃ کاشفۃ عن ذراعیھا علیھا من کل زینۃ الدنیا فقالت یا محمد انظر الیّ حتی اکلمک فقال اکلمتھا فقلت لم اکلمھا ولم التفت الیھا فقال تلک الدنیا ولو کلمتھا لاختارت امتک الدنیا علی الآخرۃ من بعدک انتھت الروایۃ بلفظہ (منتہی الکلام)

اس روایت نے بتلا دیا کہ آپ کے بعد آپ کی امت نے آخرت پر دنیا کو نہیں اختیار کیا اور نہ وہ گمراہی میں پڑی۔ اس روایت کے بعد بھی اگر کوئی احمق خلافت صدیقی کو خلافت فاجرہ وغاصبہ کہے اور تمامی اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غاصب و دشمن اہل بیت نبوی بتلائے تو یہ کمال سفاہت ہے۔ سبحان اللہ ملائکہ مقربین نو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کی ہدایت پر قائم اور طلب دنیا و ترک آخرت سے بچتے ہوئے رہنے کی بشارت دیں۔ اور

Marfat.com

حضرات شیعہ ایسے دین کے بہی خواہ اور غمخوار تمامی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجز معدودے چند دوچار کے بیکدم کافر اور منافق اور کیا کیا ذکر خیر سے یاد فرمائیں۔ اگر یہی دینداری ہے تو ایسی دینداری پر ہزار لعنت۔ آئمہ معصومین کی طرح کیا ملائکہ معصومین مقربین بھی خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کے خوف سے ازراہ تقیہ جھوٹ بولتے ہیں یا معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملائکہ پر طوفان باندھا۔ یا امام صادق نے جناب رسول اللہ اور ملائکہ مقربین پر اتہام لگایا۔ افسوس شیعوں کے ایک بغض اصحاب سے کیا کیا مفاسد پیدا ہوگئے۔ مگر آپ ہیں کہ مرغی کی وہی ایک ٹانگ ؎

گر ہمیں اتباع ابن سبا است
کار شیعاں تمام خواہد شد

خلاصہ یہ ہے کہ جب اس روایت سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرام خصوصاً حضرات شیخین کے یہ سارے افعال محض ازراہ للہیت واخلاص۔ مرضی خداوندی کے مطابق اور بشارت ملائکہ کے موافق اور اسلام کی خاطر تھے تو خواہ شیخین تجہیز وتکفین میں شریک نہوں خصوصاً ایسی صورت میں کہ اس خدمت کو انجام دینے والے اور لوگ بھی موجود تھے۔ شرعاً یا عقلاً ہرگز موجب الزام واعتراض نہیں ہے۔

اور جب ہم کتب تاریخ وغیرہ میں اسکو دیکھتے ہیں کہ جب ثقیفہ میں قصہ پھیلا۔ اور شیخین انصار کو سمجھانے تشریف لے گئے۔ ادہر جناب امیر بھی حضرت زبیر وغیرہ بنی ہاشم کو لے کر حضرت فاطمہ کے گھر جا بیٹھے۔ اور در باب خلافت صلاح ومشورہ کرنے لگے۔ تو اور تعجب ہوتا ہے کہ افسوس جناب امیر بھی خلافت کی دھن میں لگ گئے اور حضور اقدس کو بے گور وکفن چھوڑدیا۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ حسب تحریر مترجم طبری جس کے شیعہ ہونے کا صاحب نزہنہ کو بھی اعتراف ہے انتقال نبوی بروز دوشنبہ وقت چاشت ہوا۔ اور دفن کی نوبت شب چار شنبہ اور بقولے شب جمعہ میں آئی"۔ اگر جناب امیر وغیرہ بنی ہاشم اسی تکفین وتدفین ہی کے خیال میں لگے رہتے تو ان کاموں سے اسی دوشنبہ کو یقیناً فراغت ہوجاتی۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ اور جب جناب امیر کو غسل وتکفین ونماز بلا اجازت شیخین انجام دینے میں کوئی خوف مخالفین نہ ہوا۔ تو دفن کرنے

Marfat.com

ہی میں کیا خوف تھا۔ یا اگر اُس وقت حضرت جبرئیل کی مدد کا سہارا اور آسرا تھا۔ تو دوسرے وقت حضرت جبرئیل کیا اپنے استاذ کی مدد نہ کرتے۔

علاوہ اس کے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مقتضائے محبت نبوی یہی تھا کہ سب لوگ نوحہ و ماتم میں آگے رہتے اور ایسے سخت ترین حادثہ کا کم سے کم دس بیس روز تو سوگ اور نوحہ و ماتم کرتے۔ تو فرمایئے جناب سیدہ جن کے غم و الم کی کوئی حد نہیں تھی۔ وہ کیوں طلب میراث کے لئے ایک عام مجمع کے وقت خدمت صدیقی میں وفات شریف کے تیسرے چوتھے روز ہی تشریف لے آئیں۔ اور بہت طول و طویل۔ فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اور حضرت صدیق سے مناظرہ کیا جس کو مجلسی وغیرہ نے بحار میں نقل کیا ہے۔ کیا تین دن ہی میں سارا غم جاتا رہا۔ اور کیا یہ حرص دنیا پر دال نہیں ہے۔ حالانکہ بعد تحقق غصب شئے مغصوب کا لینا آپ کو حسب روایات شیعہ حرام تھا۔ پھر حرام چیز کے لئے ماتم خانہ سے نکلنا اور سارے رنج و غم نوحہ و بکا کو طاق پر رکھ دینا اور عام مجلس میں لوگوں کے سامنے اس طاقت لسانی سے حضرت صدیق اور تمام لوگوں کو مخاطب کر کے خطبہ پڑھنا اور اپنے اثبات دعویٰ کے لئے حضرت امیر و حسنین وغیرہ سب لوگوں کو گواہی میں لے جانا بجز بے صبری اور حب دنیا کے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ صراۃ النجاۃ مجلسی میں ہے۔ "از گناہان دعویٰ و مخاصمات و مطالبات خود را نزد حکام جور بردن" مگر پھر بھی آپ نے دعوائے فدک سے اجتناب نہ کیا۔ اور دنیائے دنی کے لئے گناہ کا بار اپنے سر لیا۔ سچ ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔

فائدہ

اور غاصب خلافت ہونے کی صورت میں حضرت صدیق کا حکم جابر ہونا ظاہر و متیقن تھا۔ ۱۲ منہ

صاحب منتہی الکلام علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کا وہ قلق و اضطراب و بے ہوشی اس وجہ سے تھی کہ اُن کو اُس وقت تک آپ کے انتقال کا یقین نہیں ہوا اور یہ سمجھے کہ آپ کو بے ہوشی ہے۔ اور جب اس کا یقین ہو گیا تو مدہوشانہ کیفیت جاتی رہی۔ اور اس کی وہی مثال سمجھو کہ بعض آئمہ معصومین کو اُن کے رفقاء نے بہت ہی مضطرب دیکھا اور دیکھا کہ تھوڑی دیر میں بار ہا گھر میں گئے اور آئے آخر جس وقت اندر سے رونے کی آواز آئی تو وہ سارا قلق و اضطراب جاتا رہا۔ لوگوں نے سبب

پوچھا تو فرمایا پہلے اس لڑکے کی تکلیف سے ہمیں اس قدر بے چینی تھی اور اب وہ جاتا ہی رہا تو قلق و اضطراب سے کیا فائدہ ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

نمبر ۳

(۱) اگرچہ روایات اہل سنت کو شیعوں کے آگے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ مگر فقط اس نظر سے کہ حضرات شیعہ کو کسی قسم کے افتراء و اتہام کا موقع نہ ملے بطریق اہل سنت گفتگو کی جاتی ہے نسائی شریف میں باسانید متعدد حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادہ جناب امیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ۔ ان علیا بلغہ ان رجلا لا یری بالمتعۃ باسا فقال انک تائہ انہ نہانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہا وعن لحوم الحمر الاھلیۃ یوم خیبر

صحیح مسلم میں ہے ۔ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال یا ایہا الناس انی اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ حرم ذلک الی یوم القیامۃ ۔

اب حرمت تابیدی کے بعد حلت کی گنجائش کہاں رہی ۔ و فی نیل الاوطار نقل البیہقی عن جعفر بن محمد انہ سئل عن المتعۃ فقال ھی الزنا بعینہ ؟ سبحان اللہ ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماویں خدا نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ۔ اور اسی طرح جناب امیر بھی حلال سمجھنے والے کو بیراہ ٹھیرائیں ۔ اور حضرت صادق متعہ کو بعینہ زنا کہیں ۔ پھر بھی حضرات شیعہ بہوائے نفسانی اس کے حلت کا راگ گائیں ۔

(۲) جب روایات صحیحہ سے حرمت متعہ ثابت ہو گئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیا اعتراض رہا ۔ حلت سابقہ سے کس کو انکار ہے ۔ گفتگو تو اس میں ہے ۔ کہ حلت کے بعد حرمت موبدہ ہوئی ہے یا نہیں ۔ اور وہ بروایات صحیحہ ثابت ہو گئی ۔ جب جناب امیر بھی اپنے زمانہ میں متعہ کو حرام فرماتے ہیں تو پھر حلال کس نے کیا ۔ آپ کے بعد حلت کی وحی کس پر نازل ہوئی ۔

(۳) اگر حضرت عمر کا یہ قول کہ گرچہ بزمانہ نبوی متعہ جائز رہا مگر ہم منع کرتے ہیں " بالفرض ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ جن کو حرمت دائمی کی خبر نہیں ہوئی وہ حلت سابقہ کی بنا پر اس کی حلت کے قائل رہے یا کرتے چلے آئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت صدیق و اکابر صحابہ رضی اللہ

عنہم کو اس کی اطلاع نہ ہوئی گر دہر بکرؓ کی نوبت آئی اور جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عوام الناس میں اس کی کثرت ہو گئی اور آپ کو خبر ملی تو ممانعت کی گئی۔ اس پر بھی جب بعض لوگ باز نہ آئے اور حجت کرنے لگے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں ہوتا رہا[۵] تو آپ کیوں منع کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا خواہ جو کچھ ہو اب ہم منع کرتے ہیں چلو بس کرو۔ غرض ایسی بے سمجھی اور ضد کا بجز اس کے کیا جواب ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف کے باب احیاء الموات میں صحیحین سے منقول ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کھیتی کی سیرابی میں تنازع ہوئی فریقین خدمت نبوی میں آئے آپ نے حضرت زبیرؓ سے انصاری کی رعایت کر کے فرمایا "بقدر ضرورت (تھوڑا) پانی لے لو اور پھر اپنے پڑوسی کی طرف جانے دو" انصاری نے کہا۔ آپ نے ایسا اس لیے حکم دیا کہ زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ اس پر آپ کو غصہ ہوا جس سے آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور زبیر سے فرمایا (اچھا اب) اپنی کیاریوں کو خوب بھر لو تب پانی جانے دو۔ غرض پہلے تو آپ نے انصاری کی رعایت کر کے حضرت زبیر کو اپنے حق سے کم لینے کی ہدایت کی مگر جب اپنی غلط فہمی سے انصاری نے اس رعایت کو بھی اپنی حق تلفی سمجھی۔ تو آپ نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق دلا دیا۔ پس اگر ہر کس و ناکس کے فہم اور اس کے لایعنی دلائل کا اتباع حاکم پر لازم ہو تو معاذ اللہ حضور اقدس پر بھی انصاری کی غوشش فہمی کے بموجب حق تلفی کا الزام عاید ہوگا۔ تعالیٰ جنابہ عن ذالک۔

خلاصہ یہ ہے کہ بموجب روایات اہل سنت تمامی صحابہ و خلفائے راشدین

---

[۵] حالانکہ حضرت صدیقؓ سے بھی متعہ کی ممانعت ثابت ہے مگر مجوزین میں سے جن کو اس کی خبر نہ ہوئی اور زمانہ صدیقی میں متعہ ہوتا ہوا دیکھا اس کو آپ کے علم پر محمول کر کے آپ کو بھی اس کا مجوز سمجھ گئے۔ اور اس کو دلیل جواز سمجھا مؤلف اظہار الحق وایڈیٹر الحق لاہوری کنز العمال سے نقل کرتا ہے عن ابی ملیکہ قال قال عروۃ بن الزبیر لابن عباس اھلکت الناس قال وما ذاک قال تفتیھم فی المتعۃ وقد علمت ان ابابکر و عمر نھیا عنھما فقال علی الا للعجب انی احدثہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ویحدثنی عن ابوبکر و عمر۔

وآئمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کا اس کی حرمت پر اتفاق اور اجماع ہے۔ کوئی بھی جواز کا قائل نہیں۔ البتہ بعض علماء نے ترادف نام سے دھوکا کھا کر جو حلت متعہ کا قائل امام مالک امام اہلسنت کو بتا دیا ہے۔

صاحب قبقاب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔ "اہل سنت کو اطلاع ہو کہ جیسا مالک اور ابن ادریس شیعہ کی قوم میں ہوئے کما محمد بن حسن اور ابو حنیفہ نامی دو شخص اس فرقہ میں ہوئے۔ لسان المیزان میں ہے کہ ابو حنیفہ نا دسمہ کی کنیت ہے اور ایک شخص مکنی با بو حنیفہ ہم عقیدہ زرارہ ہے۔ کہ جس کا حال کشی میں بروایت ابو بصیر یوں مروی ہے۔ قال قلت لابی عبد اللہ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم قال اعاذنا اللہ وایاک یا ابا بصیر من ذلک الظلم ما ذھب الیہ زرارہ و اصحابہ وابو حنیفہ واصحابہ"

شافی شرح کافی میں ہے کہ مراد اس ابو حنیفہ سے ابو حنیفہ بصری ہے منجملہ قوم بنی عامر فقہ کو خوب جانتا تھا۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔

غرض شیعوں نے اغوا کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔ علمائے اہل سنت کے ہمنام جو لوگ شیعوں میں گذرے ہیں اُن کے خرافات کو جھٹ علماء اہل سنت کی طرف منسوب کر دیا جس سے جہلا کیا اکابر علماء تک دھوکا کھاتے گئے۔ صاحب ہدایہ نے بھی اسی بنا پر امام مالک کو مجوز متعہ بتلا دیا۔ حالانکہ اُن کی کتب مذہب میں کہیں اس کا وجود نہیں۔

علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں "لم یذکر فی کتاب من کتب المالکیہ انما یجوز مع ان مالکا روی فی الموطا حدیث علی رضی اللہ عنہ ان

لہ اور نقل مذہب میں اہل مذہب کا اعتبار رہے غیر مذہب والے کی نقل نقول اہل مذہب کے خلاف ہرگز معتبر نہیں۔ چنانچہ سید محمد صاحب مجتہد احیاء السنۃ میں لکھتے ہیں "وچنیں ہیچ کسے را نخواہی دید کہ او تکذیب نماید حنفیہ و شافعیہ وغیرہ را در باب نقل فتاوی فقہائے اربعہ کہ ایشان در کتب خود مذکور آن منسوب الیہم کردہ اند" اور منہج جیدریہ جلد ثانی میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ معلوم است کہ مذہب ابو حنیفہ را بہتر حنفیہ میدانند و مالک را مالکیہ و مذہب شافعی و احمد را شافعیہ و حنبلیہ" اور جب مالکیہ منکر جواز ہیں پس صاحب مذہب کے خلاف صاحب ہدایہ کی نقل قابل اعتماد نہیں۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ روایات حرمت متعہ جو تہذیب و استبصار میں منقول ہیں ان کی تکذیب غلط ہے۔ اور وہ بلاشبہ آئمہ سے ثابت ہیں۔ ۱۲ منہ عفی اللہ عنہ

59856

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر
وقال ابن الجوزی حدیث ابی ثور لا یعرف الا من حدیث ...

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو اس کی اباحت منقول ہے تو یہ صاحب ہدایہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں وابن عباس صح رجوعہ الی قولہم فتقرر الاجماع۔

اور جب علمائے شیعہ کو صاحب ہدایہ کے قول پر بڑا اعتماد ہے کہ انہوں نے امام مالک کا مذہب نقل کرتے ہیں ہرگز غلطی نہیں ہوئی ہے پھر کیونکر وہ ابن عباس کے رجوع کو غلط کہیں۔ حالانکہ صاحب ہدایہ رجوع ابن عباس کا بصحت بھی اثر فرماتے ہیں۔

اب جب اجماع صحابہ جس میں امام معصوم بھی شامل ہیں۔ اور یہ روایات بھی مرفوعہ متعہ کی حرمت موبدہ ثابت ہو چکی ہے پھر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا وارد ہو سکتا ہے بجز اس کہ حمل عداوت بربادی اہل بیت۔

(۳) روایات حرمت متعہ جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے خود کتب معتبرہ شیعہ تہذیب و استبصار طوسی وغیرہ میں موجود ہیں۔ استبصار میں جناب امیرؑ سے مروی ہے حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاہلیۃ ونکاح المتعۃ (ذوالفقار علی)

شیخ محمد علی تہذیب میں بروایت صحیح امام زین العابدین سے روایت کرتے ہیں لا تتمتع بالمؤمنۃ فتذلہا یعنی عورت مومنہ کو متعہ کر کے ذلیل اور رسوا مت کرو (منتہی الکلام) پس جب متعہ مومنہ کے لئے باعث رسوائی ہے اور تذلیل مومنہ بالاتفاق حرام۔ تو متعہ کے حرام ہونے میں کیا شبہ رہا۔

(۴) علمائے شیعہ نے نفس جواز ہی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ اس گندہ ناپاک کو تشویق عوام کالانعام و ترویج مذہب کے لئے بر سر افلاک پہنچا دیا اور جاہلوں کے پھسلنے کو ایجاد دام تزویر پھیلایا۔ اب علماء و رواۃ شیعہ کی عالی دماغی و بلند پروازی دیکھئے۔

لہ اس روایت کی تصحیح اور اس کے رواۃ کی توثیق بقاعدہ محدثین امامیہ بنہایت بسط کے ساتھ کشف الغطاء عن متعۃ النساء میں ثابت کی گئی ہے فانظر ثمہ ۱۲ منہ غفر اللہ لہ۔

Marfat.com

خلاصۃ المنہج میں ہے کہ متعہ کے بہت فضائل ہیں ایک بار متعہ کرنے میں امام حسین کا درجہ ملتا ہے دو بار میں امام حسن کا تین بار میں امام الائمہ جناب امیر کا چار بار میں خاتم الانبیاء حضرت بشیر و نذیر کا ۔ ۔ ۔ ۔ پھر اسی فتح اللہ کے جامدان اور ابن بابویہ وغیرہ کے کیسہ میں ہے کہ متمتع بہا کے بوسہ میں حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے ۔ اور غسل کے قطرہ سے فرشتہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس کی تسبیح کا ثواب فاعل و مفعول کو پہنچتا ہے ۔ اور ساعی کو ثواب ان دونوں کے برابر معلوم نہیں کہ ملازمان کیوں اس سعی سے محروم ہیں دین دلادیں تا اس کا ثواب موعود پاویں ۔ پھر ان کے یہاں متعہ دوریہ؎۱ کہ مجمع علیہ شیعہ ہے اس پر طرہ ہے حلیۃ المتقین؎۲ میں امام موسیٰ سے منقول ہے کہ عورت کے ۔ ۔ ۔ کو چومنا چاٹنا خوب بات ہے ۔ کاش شکر چھڑک کر ہوتا تو خوب مزہ دیتا ۔ روکھا پھیکا تو کتا بھی ۔ ۔ ۔ ۔ چومتا چاٹتا ہے ۔ تحلیل فرج اس قوم میں شایع ہے چنانچہ جامع عباسی میں بطرز مباہات تمام بیان کیا کہ یہ منجملہ خواص فرقہ ناجیہ اثنا عشریہ ہے اور باجماع شیعہ وقف فرج جاریہ ایک خیر جاری ہے ۔ اور اس کی خرچی کھانی حلال طیب ۔ آفرین برین مذہب ۔ (قبقاب لال الکذاب)

؎۱ فی التحفہ و علی ابن احمد بہبتی کہ از اجلہ علمائے فرقہ امامیہ است و در کربلائے معلا عنقریب گذشتہ و امام جامع حائر و خطیب آنجا بود و از مجتہدان واجب الاطاعت ایشان و دیگر علمائے اجلہ ایشا گفتہ اند کہ متعہ دوریہ باجماع فرقہ امامیہ جائز است کہ یک زن را چند مرد یک شب متعہ کنند ہر یک ساعتے یا دو ساعتے ۔ و نیز گفتہ اند کہ اصح نزد ما لیفے امامیہ آنست کہ متعہ ذوات البعال نیز جائز است چون ازواج شان سنی باشند زیرا کہ نکاح اہل سنت نزد ما صحیح نیست ۔ پھر تو متعہ دوریہ اور رنڈی بازی میں کوئی فرق رہا ۔ نعوذ باللہ مگر زن شوہر دار کی روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی ۔ کیونکہ رسالہ فقہ مجلسی میں ہے ۔ وحرام است متعہ بزن بت پرست و زن خارجی و ناصبیہ ۔ کیونکہ شیعے اہل سنت کو بھی ناصبی کہتے ہیں ۔ پس جب باعتقاد زوجہ سنی متعہ حرام ہے تو ایسوں کے ساتھ متعہ جائز کب ہو سکتا ہے ۔ اور وہ کب کرنے لگی ۔ البتہ اس مسئلہ کی ایک صورت ہے ۔ کہ زوجہ شیعی ہو اور زوج سنی تو اس صورت میں بقول فریقین نکاح صحیح نہ ہوا ۔ چونکہ شیعے بحکم مرتد ہیں اسلئے بقول اہل سنت نکاح مرتدہ صحیح نہیں ۔ فی الصواعق قال ابو یعلی الحنبلی الذی علیہ الفقہاء فی سب الصحابہ ان کان مستحلا لذلک کفر قال و قد قطع طائفۃ من الفقہاء من اہل الکوفہ وغیرہ بقتل من سب الصحابۃ و بکفر الرافضہ و قال محمد بن یوسف فریابی و سئل عمن شتم ابا بکر قال کافر قیل یصلی علیہ قال لا و من کفر الرافضہ احمد بن یونس و ابو بکر بن ہانی و قالا لا توکل ذبائحہم لانہم مرتدون ؟ اور عدم جواز عند الشیعہ خود کلام مجلسی سے ظاہر ہے ۔ ۱۲ منہ ۔

؎۲ مگر حلیۃ المتقین کی عبارت یوں ہے " از حضرت امام موسیٰ علیہ السلام پرسیدند کہ اگر کسے فرج زنش را ببوسد چونست فرمود کہ باکے نیست "! ۱۲ ولایتحسین ۔

Marfat.com

اور حضرت مجلسی اپنے رسالہ متعہ میں لکھتے ہیں:۔

"بدانکہ احادیث بسیار در فضیلت متعہ وارد گشتہ کہ بعضے از انہا اینجا آوردہ مے شود انشاء اللہ تعالے:"

پھر بعد نقل حدیث لکھتے ہیں:۔

"ترجمہ این حدیث صحیح آنست کہ حضرت رسالت پناہ فرمود ہر کس کہ متعہ کند در عمر خود یک بار او از اہل بہشت است و بتحقیق کہ مرد یکہ الادہ[ف] متعہ کرد و زنیکہ متعہ شدہ بایکدیگر نشیند فرود آید ملکے کہ ایشان را نگاہ دارد تا ازان مجلس بیرون روند و چون بایکدیگر سخن گویند چنان باشد کہ ذکر تسبیح مے کردہ باشند و چون دست یکدیگر بگیرند بریزد گناہان ایشان از انگشتہای ایشان۔ و وقتیکہ بوسہ کند مرد زن را بنویسد خداے تعالے برائے ایشان بہر بوسہ ثواب حج و عمرہ۔ تا وقتے کہ بایکدیگر عیش کنند۔ بنویسد خدا تعالے بہر لذتے و شہوتے ثوابہا مثل کوہ ہا جہت ایشان و چون برخیزند و غسل کنند درحالیکہ عالم باشند حق سبحانہ و تعالے پروردگار ایشان است و متعہ کردن سنت من است خطاب مے کند خداے تعالے بملائکہ نظر کنید بریں دو بندۂ من کہ برخاستہ اند (اب دیکھنے کا کیا موقع رہا پہلے حکم ہوتا تو۔ معاذ اللہ ملائکہ کو اس تماشہ کا کچھ لطف بھی آتا) و غسل مے کنند و عالم اند کہ من پروردگار ایشان ام گواہ باشید کہ آمرزیدم گناہان ایشان را و نریزد آب بہیچ موئے از بدن ایشان مگر آنکہ نوشتہ شود از برائے ایشان بہر موئے دہ ثواب و برطرف ساختہ شود دہ گناہ و بالا بردہ شود مرتبہ ایشان دہ درجہ۔ گفتہ اند سلمان و عمار و مقداد رضی اللہ عنہم کہ برخاست حضرت امیر المومنین و گفت من تصدیق کنندہ شما ام ای رسول خدا۔ پس چیست ثواب کسیکہ سعی کند دران پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمودند ثواب او مثل ثواب ایشان است۔ پس امیر المومنین گفت چیست ثواب ایشان؛"

[ف] یہ عجیب بات ہے کہ مرد نے ابھی متعہ کا ارادہ ہی کیا ہے اور عورت متاعی بن گئی اور اُسکے ساتھ سب کچھ جائز ہو گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ متعہ کے لئے عقد کی بھی ضرورت نہیں۔ طرفین ایک دوسرے سے راضی ہو گئے۔ اور متعہ ہو گیا۔ کہو اب بھی متعہ اور زنا و اوباشی میں کوئی فرق ہے۔ ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

پیغمبر فرمود وقتے کہ برخیزند و غسل کنند خلق کند خدائے تعالےٰ از ہر قطرہ کہ جدا شود از بدن ایشان ملکے (سبحان اللہ! فرشتے اور ناپاک قطرہ سے پیدا ہوں۔ جب غسل کے قطرہ کا یہ حال ہے تو منی کے قطرہ سے تو معلم الملکوت ہی پیدا ہوگا) کہ تسبیح و تقدیس گوید خدائے تعالےٰ را و ثواب از برائے ایشان باشد تا روز قیامت۔ پس امیر المومنین گفت کہ ہر کس دشوار داند این سنت را و اجابت نکند آن را از شیعہ من نیست و من بیزارم ازو۔"

شاباش، شاباش کہو تو سہی۔ یہ روایت ہے یا شب عشرت کا فوٹو۔ یا کوکب کا نسخہ ہے۔ یا عنین مایوس العلاج کا دارو۔ یہ نسخہ تو ایسا ہے جس کو دیکھکر پیر فرتوت بھی متعہ پر جان دے یا ایمان قربان کر بیٹھے۔

اس روایت سے قطع نظر فضائل متعہ کے اس کا وجوب بلکہ فرضیت بلکہ شرط ایمان ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ کیونکہ زمرہ شیعان علی سے نکل جانا اور جناب امیر المومنین کا اُس سے بیزار ہونا بقاعدہ امامیہ دلیل بے ایمانی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب متعہ ایسا آسان کردیا گیا کہ مٹھی دو مٹھی جو گیہوں پر بھی ہوسکتا ہے۔ اور تعین مدت بمقدار قضائے شہوت بہیمیہ دس بیس منٹ گھنٹہ دو گھنٹہ ہوسکتی ہے جس کو ہم آگے ذکر کریں گے۔ اور ثواب بھی ایسا عظیم کہ جو قرب خداوندی حضرت شہید دشت کربلا کو اپنی اور اپنے اعزہ و اقرباکی جانیں قربان کردینے سے حاصل ہوا وہ متعہ کرنے والے اور کرنے والیوں کو نفس قربت و لطف زندگانی اٹھانے سے حاصل ہوتا ہے تو ایسی سستی جنت سے کوئی ایسا ہی بے ایمان چکیگا۔ ورنہ ایماندار شیعی زن و مرد جنکو واقعی شیعان علی ہونے کا دعویٰ ہے اور جناب امیر کی بیزاری کو اپنے ایمان سے دست برداری سمجھتے ہیں وہ تو ضرور اس حلوائے بے دود سے منہ میٹھا کرنا کیا پیٹ بھر لینا ضروری سمجھیں گے۔ غرض اس روایت کے بموجب ہر ایک شیعی مذہب پر مرد ہو یا عورت متعہ فرض ہے۔ شاید کوئی باحیا عورتوں کی فرضیت نہ مانیں۔ اور اس حکم کو مردوں سے مخصوص جانیں تو اُن کو سمجھ لینا چاہئے کہ جس حکم کا امتثال عورت و مرد کی تراضی پر موقوف ہو اُس کا محکوم دونوں کو ہونا لازمی ہے۔ دوسرے یہ تخصیص روایات کے بھی خلاف ہے۔

نیز صاحب برہان المتعہ لکھتے ہیں:۔

"سبحان اللہ متعہ اطاعت و عبادت خدا باشد پس نکردن آن معصیت۔"

Marfat.com

اب بھی وجوب متعہ میں شک ہو سکتا ہے۔

بمضمون لئے دروغگو را حافظہ نمی باشد۔ اب دوسری روایت سنئے۔
حضرت مجلسی اُسی رسالہ میں لکھتے ہیں:۔

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ ہر کس یک بار متعہ کند آزاد شود ثلث جسد او از آتش دوزخ و کسیکہ دو بار متعہ کند آزاد شود دو ثلث جسد او از آتش دوزخ و کسیکہ سہ بار متعہ کند آزاد شود تمام جسد او از آتش دوزخ۔

ہم مقلدین مجلسی سے پوچھتے ہیں کہ حدیث سابق کے بموجب جب ایک مرتبہ کے متعہ میں جنت کی سارٹیفکٹ ملجاتی ہے۔ تو بموجب حدیث ثانی ہیں متعہ پر جہنم سے خلاصی کی کیا وجہ۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسین کے درجہ تک پونہچکر بھی ایک ہی تہائی بدن جہنم سے بچ سکتا ہے کیونکہ ایک ثلث جسد کا نجات پانا اور امام حسین کے درجہ تک پونہچنا دونوں ایک متعہ پر موقوف ہیں۔ خیر شیعوں کو تو تین متعہ کرکے جناب مرتضوی کے درجہ تک پونہچنے اور جہنم سے مخلصی پانے کا بھی موقع ہے۔ مگر دیکھئے حضرات حسنین اپنا اپنا ایک ثلث اور دو ثلث جسد عذاب جہنم سے کس طرح بچاتے ہیں۔ اعاذہما اللہ من النار۔

افسوس علمائے شیعہ نے حسنین کے درجہ تک پونہچاکر متمتعین کی قدر افزائی تو فرمائی۔ مگر عذاب جہنم سے گلو خلاصی نہ کرائی ؎ برین عقل و دانش بباید گریست بلکہ متمتعین کے ساتھ بچارے حضرات حسنین کو بھی لے ڈبویا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

گرچہ اور روایات بھی فضائل متعہ میں مجلسی نے نقل کی ہیں۔ مگر جب ناظرین پر واضح ہو چکا ہے کہ شیعے چار متعہ کرنے میں سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں تو آئندہ بقول شخصے خدائی کے درجہ کو پونہچنا رہگیا۔ کیا عجب اس چودھویں صدی کی روز افزوں ترقی میں یہ کسر بھی باقی نہ رہے۔ مگر علمائے شیعہ ایسے کُند الفہم نہ تھے کہ اپنے حتی الامکان کوئی نقص رہنے دیں رسالہ متعہ میں مجلسی ایک حدیث لکھتے ہیں:۔

وکسیکہ سہ متعہ کند سیر کند در جنت وکسیکہ زیادہ کند خدائے تعالے

مرتبہ اورا زیادہ کند"
جب زیادتی کی کوئی قید نہیں۔ اور چار مرتبہ میں رسول اللہ صلے علیہ وآلہ وسلم کا درجہ ملتا ہے کما مرّ۔ تو اب پانچویں مرتبہ میں خدائی ملنا کون دشوار امر ہے۔ کسی کا قول ہے
۵ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ جب یہ بعدیت ہے تو پانچواں درجہ خدائی کا رہا۔ بلکہ متعہ کا چھٹا درجہ خدائی سے بھی فوق رہا۔ نعوذ باللہ من خرافات الملاحدہ۔ مگر علمائے شیعہ نے خدائی کے درجہ کی تصریح نہ فرمائی۔ اور فقط کنایہ اشارہ سے کام لیا۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کہ طعن مخالفین سے بچنے کے لئے ابہام کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ اس قسم کی کہانیوں میں ضعیف الایمانوں کے پھانسنے و دخول فی التشیع کی ایک خاص مقناطیسی قوت ہے۔ اور قصے گھڑنے والوں کی غرض بھی یہی ہے کہ بے وقوفوں کو سبز باغ دکھا کر اپنے دام میں لانے اور اپنے ہوائے نفسانی کے پورا کرنے کا ایک ڈھنگ نکالئے۔ پس شہوت پرستوں سے ایسی مزے کی چیز کے چھوٹنے کی کیا امید ہے۔ چنانچہ لکھنو کا ایک واقعہ صاحب بدر اللد[illegible] سلمہ نے نقل کیا ہے۔ جس کو میں مختصراً لکھتا ہوں۔

ایک نوجوان شیعی کی شادی تھی۔ جب سسرال بارات پہنچی اور صیغہ وغیرہ سے فراغت ہوئی تو ایک دائی اندر سے آئی۔ اور باراتیوں کے پاس یہ مژدہ لائی۔ دولہن کو خیر سے اتنے دن کا حمل ہے کوئی صاحب اُس پاکدامن کو اتہام فاحشہ نہ لگائیں اُس عفیفہ صاحب عصمت نے نفس امارہ کو مارنے کو متعہ شریف کیا تھا (چوری اور سینہ زوری اسی کو کہتے ہیں) متعہ کا نام سنکر سمدھی صاحب اور دوسرے باراتیوں کو تو گویا سانپ سونگھ گیا۔ کچھ بولیں تو مذہب میں بٹہ آئے مگر غیرتمند نوشہ سے نہ رہا گیا اور ایسی دینداری پر لعنت کرتا ہوا اٹھا اور کسی بزرگ سنی کے پاس جا کر سنی ہو گیا۔

خدا نے اُس کی قسمت میں ایمان لکھا تھا جس کی وجہ سے اُس کو اتنی غیرت بھی آئی۔ ورنہ جہاں ایک متعہ پر امام حسین کا درجہ ملے۔ اور کیوں نہ ملے۔ خو[illegible] شہید تو بنا) اور جس کے غسل جماع کے پانی سے فرشتے پیدا ہوں اور [illegible] (درمیانی شخص) کے نامہ اعمال میں فاعل و مفعول دونوں کا ثواب لکھا جائے اور نکرنے والا شیعان علی سے خارج سمجھا جائے۔ اور جو شخص درمیانی نہ بنے اس

Marfat.com

فرض کے ادا کاری میں متعاقدین کا کسی طرح مزاحم ہو۔ اس کو تو بقاعدہ ثواب دوہرا عذاب بھی ہونا چاہئے) اور جس کے نہ کرنے والے سے امام معصوم بیزار ہوں۔ اور جہاں موجب اس روایت کے:-

"آن سید و آن سرور شفیع امت عاصی در روز محشر فرمود کہ اے علی باید حریص کردہ شود مرد مومن و زن مومنہ کہ بیرون نروند از دنیا تا متعہ نکنند اگرچہ یک نوبت باشد الخ" در رسالۃ المتعہ للمجلسی)

ہر مومن و مومنہ کو متعہ کی اس قدر ترغیب دلائی جائے وہاں غیرت سے کیا سروکار۔

اور غریب دولہن بھی معذور تھی کیونکہ نکاح دائمی کے بعد اُس کو اس فرض سے سبکدوشی کا موقع نہیں ملتا۔ نکاح اور متعہ جمع نہیں ہو سکتے۔ پھر اگر وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئی اور مولی المومنین کی بیزاری سے بچ گئی تو کیا بُرا کیا۔ بلکہ بے غریب تو نکاح دائمی کے قبل ہی شرف متعہ سے مشرف ہو سکتی ہیں۔ اِن کو اس کے سوا چارہ کہاں ہے۔ مرد تو جب چاہیں انہیں آزادی ہے۔ برخلاف عورتوں کے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

جہاں ترغیب و ترہیب ہو اور جس میں یہ خوبی ہو کہ بارات دروازہ پر آئی ہے۔ اور وہاں کئی مہینہ کے صاحبزادہ جنین مادر میں کود رہے ہوں وہاں ایسی پرلطف چیز کہیں چھوٹ سکتی ہے العاقل تکفیہ الاشارہ۔ برہان المتعہ میں خصال کی ایک روایت حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے۔

"مومن کسے است کہ مصروف و مشغول سہ امر باشد۔ یکے متعہ با زنان دیگر ملاطفہ و مطائبہ برادران ایمان و قیام بنماز شب"

اس کے بعد صاحب برہان لکھتے ہیں:-

"سبحان اللہ متعہ چہ درجہ دارد و مومن چہ شان دارد کہ نماز شب و متعہ کند و متعہ را اول[1] و مقدم بر نماز شب شمردہ تدبر کن"

سبحان اللہ! رسول اللہؐ تو فرمائیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری آنکھوں کی خنکی نماز میں ہے اور حضرات شیعہ کی آنکھیں متعہ سے ٹھنڈی ہوں۔ کہو تو۔ یہ

---

[1] نمعلوم حضرت مصنف در تقدیم نماز شب برائے چہ مخالفت امام ورزیدہ ۱۲ منہ غفرلہٗ۔

خداپرستی ہے یاشہوت پرستی۔

تنبیہ

اب ایک روایت نقل کرتا ہوں جو بشرط انصاف قاطع نزاع بین الفریقین ہے۔ صاحب برہان المتعہ وافی سے نقل کرتے ہیں:۔

"یعنے آنحضرت علیہ السلام فرمود خدا حرام ساخت بر شیعہ ما جمیع مسکرات را وعوض آن داد ایشان را متعہ زنان"

اب لفظ "ایشان را" کو ملاحظہ کیجیے جب خدا کی طرف سے نعمت متعہ خاص شیعوں کو نصیب ہوئی۔ تو اگر حضرت عمر نے اوروں کو اس سے روکا تو کیا گناہ کیا۔ کسی خاص شخص یا خاص فرقہ کی خصوصیات میں دوسروں کو شریک ہونا کب جائز ہے۔ غرض اس روایت سے حلت متعہ مخصوص بحضرات شیعہ ثابت ہوئی۔ لو مبارکباد۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔

(۵)

فضائل متعہ تو سن چکے اب مسائل متعہ سنیئے ؎ قیاس کن ز گلستان او بہارش را

مسئلہ صحیح است بہرچہ زوج و زوجہ بآن راضی شوند خواہ اندک باشد خواہ بسیار بشرطیکہ آن را در عرف فائدہ باشد۔ اگرچہ بکف آرد گندم باشد۔ کذا فی رسالہ المتعہ للمجلسی یعنے ایک مٹھی آٹہ پر بھی متعہ ہوسکتا ہے۔

مسئلہ زن بالغہ عاقلہ را احتیاج باذن نیست اگرچہ بکر باشد در انکہ متعہ کسے شود بر اصح اقوال یعنے عورت باکرہ بالغہ کو بھی متعہ میں اجازت ولی کی حاجت نہیں (رسالۃ المتعہ مجلسی)

مسئلہ متعہ کے لئے گواہ کی ضرورت نہیں اور نہ اس کا افشا و اظہار ضروری بلکہ اظہار متعہ خلاف سنت ہے۔ برخلاف نکاح دوام کے کہ وہاں اظہار ہی سنت ہے البتہ اگر تہمت زنا کا شبہ ہو تو متعہ کا اظہار بھی مسنون ہے۔ مگر جب شیعون کی شرع نے متعہ میں اس قدر آزادی دیدی ہے کہ چاپ چاپ مٹھی دو مٹھی جو گیہوں پر کرلو۔ نہ گواہ کی حاجت نہ اجازت ولی کی ضرورت۔ بلکہ ظاہر ہوجانا یہ بھی خلاف سنت۔

؎ بالغہ غیر باکرہ کو بدرجہ اولےٰ ۱۲ منہ

Marfat.com

نہ ولی کی طرف سے خوف مزاحمت۔ کیونکہ روکنا موجب حدیث صحیح موجب محرومی جنت۔ اور ترغیب دینے بلکہ درمیانی بننے پر سینکڑوں بشارت۔ پھر ایسی آسانی پر بھی موقع تہمت زنا باقی رہے تو شبہ کرنے والوں کی عین شامت ہے اور وہ خود مستوجب ملامت ہے۔ فاعل ومفعول کو خدائی مواخذہ سے کیا ہیبت۔ آن راکہ حساب پاکست از محاسبان چہ باک چنانچہ حضرات شیعہ بکمال حسرت ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ اگر عمر متعہ سے نہ روکتے تو کوئی بجز شقی ہی زنا کرتا۔ کمافی رسالہ المجلسی۔

اب اصل مسئلہ کی دلیل سنیئے:۔

"واگر زن بالغ رسیدہ حرہ باشد جائز است او را عقد بے ولی۔ ودرین عقد گواہ وفاش کردن سنت نیست۔ چنانکہ درنکاح دوام است مگر آنکہ از تہمت زنا ترسد" در رسالۃ الفقہ للمجلسی)

مسئلہ انقضائے مدت متعہ کے بعد عورت مدخولہ بہا پر بشرطیکہ وہ دوسرے مرد سے متعہ کرنا چاہتی ہو عدت[ل] واجب ہے۔ کذافی رسالۃ الفقہ للمجلسی۔ مگر حضرات مجتہدین پر اتنی مدت تک کی انتظاری دشوار ہوئی۔ اور ایسے ثواب عظیم سے اتنے دنوں تک کی محرومی ناگوار۔ تب اس کی یہ صورت نکالی گئی کہ عورت سے موانع متعہ کا حال دریافت کرنا ہی ضروری نہیں۔ آیئے اور بے پوچھے مانگی مراد پایئے۔ مجلسی لکھتے ہیں:۔

"سنت است کہ زوجہ مومنہ عفیفہ باشد واز حال زن سوال کند گاہے کہ تہمت داشتہ باشد پس اگر شوہر داشتہ باشد اورا رہا کند و واجب نیست اورا سوال" در رسالۃ الفقہ

اور علامہ ابو القاسم حلی مختصر نافع میں لکھتے ہیں:۔ ویستحب اختیار المومنۃ العفیفۃ وان یسالھا عن حالھا مع التھمۃ ولیس شرطا"۔ پھر شیفتگان لقائے محبوب کے دل میں اتنا صبر کہاں کہ مستحبات کے پیچھے تفتیش حال کریں اور اپنے سر وبال لیں۔

زن شوہر دار پر بھی خواہ وہ ممتعہ ہو یا منکوحہ۔ اگر طبیعت آئی تو آنکھ بند کرکے متعہ

ل مگر متعہ دوریہ مستثنی ہے۔ وہاں عدت کی بھی حاجت نہیں۔ ورنہ فی الحقیقت غریب بازاریوں کو بڑی دقت ہوتی ۱۲ منہ۔

Marfat.com

کر لینا روا۔ اور یہی ہے آئمہ ہدیٰ کا فتویٰ۔ منتہی الکلام میں ہے:۔

"از تہذیب طوسی صراحتہً مے تواں یافت کہ چون بخاطر فضل مولیٰ محمد بن راشد بلحاظ قرائن راسخ شد کہ زنیکہ ارادہ متعہ او مصمم شدہ شوہرے دارد بعد از تفتیش ہمچنان بر آمد امام صادق علیہ السلام فرمود کہ چرا تفتیش کردی و ہمچنین سرزنش نمود شخصے را کہ مردم باو گفتند کہ فلان زن شوہر دار است و آن شخص از وے سوال نمود"

پھر کیا ہے ۔ بمی سجادہ رنگین کن اگر پیر مغان گوید۔ ان روایات سے مجتہدین امامیہ کا تحقیق و تفتیش کو سنت کہنا غلط و خلاف نص ثابت ہوا۔ اور متاعی کا کیا پوچھنا ہے ۔ متاعے نیک ہر دکان کہ باشد۔ جب متعہ کو چھپانا سنت ہوا پھر نہ اس کی کسی کو خبر ہوگی۔ نہ نکاح یا متعہ پر متعہ کرنے میں کوئی خلاف مقصود صورت پیدا ہوگی ۔ برین خوان یغما چہ دشمن چہ دوست۔ بے کھٹکے آؤ جاؤ۔ ہاں کسی کی کسی کو خبر نہ ہو۔

مسئلہ زانیہ سے بھی متعہ جائز ہے گرچہ بکراہت فی رسالۃ الفقہ:۔

"و مکروہ ہست متعہ بزانیہ پس اگر متعہ کند منع نماید او را از زنا"

اور حسب تحریر علامہ مجلسی کما صرح بہ صاحب الارغام زانیہ ممتعہ کو بھی ثواب موعودہ متعہ برابر ملتا ہے (منتہی الکلام) یعنی مومنات ہزار زنا کرائیں مگر ایک متعہ میں امام حسین کے درجہ کو پہنچتی ہیں۔ یا یوں کہیئے اگر چار متعہ کرلیں تو جناب ابوالائمہ سے بھی افضل ہو جاتی ہیں۔ ازین چہ بہتر۔

عورت زانیہ کو بعد متعہ کے زنا سے منع کرنے کی قید بھی خلاف نص وایجاد بندہ معلوم ہوتی ہے تہذیب طوسی کی روایت ہے عن علی بن یقطین قال قلت لابی الحسن علیہ السلام نساء اھل المدینۃ قال فواسق قلت فاتزوج منھن قال نعم (منتہی الکلام)

جب جناب امیر نے متعہ فاسقہ کی اجازت مطلقہ دیدی۔ پھر حضرات مجتہدین برخلاف نص قید زائد بڑھا کر کیا سرخروئی حاصل کریں گے۔ بلکہ نساء اھل المدینۃ کی ترکیب اضافی سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کا مطلب یہ تھا کہ اہل مدینہ کی عقد نکاح یا متعہ میں جو عورتیں ہیں اور پھر وہ نکاح پر نکاح یا متعہ پر متعہ کرنا چاہتی ہیں اُن کا کیا حال ہے۔ اور اُن سے تزوج کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ تو فاسقہ ہیں۔ مگر اُن سے متعہ

Marfat.com

جائز ہے۔ غرض اس حدیث سے بھی متعہ پر متعہ کرنے کی اجازت ثابت ہوئی۔ اور مدت متعہ میں کمی بیشی کی کوئی حد نہیں۔ مجلسی لکھتے ہیں :-

دشرط است کہ معین باشد بوجہیکہ احتمال زیادت ونقصان نداشتہ باشد واور احدے نیست در زیادتی وکمی ؛

اور طرفہ سنیئے۔ اگر ایک یا دو مرتبہ کی شرط ٹھیر جائے۔ تو زیادتی جائز نہیں کذا ذکر المجلسی اگر کوئی مجتہد صاحب جواز کا فتویٰ بھی دے دیتے تو متوعہ صاحبہ بے نقد وصول کئے کب پاس بھٹکنے دیتی ہیں۔

مسئلہ:- مجلسی نے رسالہ فقہ کے فصل نفقہ میں لکھا ہے۔ کہ متاعی کا نفقہ یعنی کھانا کپڑا مرد کے ذمہ نہیں ہے۔" اس کے ساتھ اب یہ مسئلہ بھی ملائیے کہ متعہ ایک مٹھی بھر آٹا پر بھی ہوسکتا ہے۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ عورت کو اغیار سے بھی اپنی ضروریات کے حاصل کرنے کا موقعہ اور اختیار دیا گیا ہے۔ آخر دس پانچ مٹھی میں پیٹ بھر ہی جائے گا۔ بلکہ زوج کا نفقہ بھی اپنے ذمہ لے سکتی ہے۔ بلکہ کنوں کی پرورش کرسکتی ہے۔ **دیکھو متعہ کی برکت** - اور یہ ہرگز جائے عجب نہیں۔ الاجرۃ علے قدر المشقۃ۔ بدیہی بات ہے۔

مسئلہ:- مجلسی کے رسالہ متعہ میں ہے۔

اگر ابتدائے مدت در صیغہ مذکور شود ابتدائے مدت ہماں باشد و الا ابتدائے مدت زمان عقد باشد"

یہ عجیب مسئلہ ہے کہ عقد آج ہو اور مدت متعہ کچھ دن بعد سے شروع ہو۔ یا یوں کہئے نکاح ہوگیا۔ اور عورت منکوحہ نہ بنی اور نہ اس کے ساتھ خلوت اور وطی جائز ہو۔ کہو تو یہ ٹھیکہ واجارہ ہے یا نکاح۔ ایسے عقد سے بجز پھانس رکھنے کے طرفین کو اور کیا فائدہ ہوا۔ مدت متعہ کے شروع ہونے سے پہلے اگر زوجین میں سے کوئی مرجائے تو مہر بالکل ساقط۔ اور بات بھی یہی ہے جب متعہ ٹھیکہ واجارہ ہوا۔ تو جب تک ٹھیکیدار کا قبضہ نہ ہو، مالک مالگذاری پانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ غرض یہ عجیب نکاح ہے۔ کہ باوجود عقد کے نہ عورت زوجہ بنی نہ زوج پر مہر لازم۔ نفقہ وغیرہ سے تو زوج بہر صورت سبکدوش ہے۔ رہا مہر وہ بھی غائب چنانچہ بجنسہ یہی صورت مجلسی نے رسالہ فقہ کی کتاب الاجارہ میں اجارہ کی بھی لکھی ہے :-

Marfat.com

پس اگر تعیین کنند کہ او چہ وقت آں کار کند درست است واگرچہ بعد از عقد باشد بمدتے واگر تعیین نکنند از وقت عقد شروع در آں کار باید شں نمود۔"

پھر لکھتے ہیں:۔ "چوں موجر آں چیز کہ منفعت تسلیم مستاجر کند و آنقدر وقت بگذرد کہ آں نفع تواں گرفت اجرت بر مستاجر لازم میشود۔ اگرچہ نفع نہ گرفتہ باشد۔" کہو اب بھی متعہ اور ٹھیکہ میں کوئی فرق ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک

احکام متعہ کو کہاں تک بیان کیجئے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ اہل فہم و تدین انہیں فضائل سے واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ شہوت پرستی کو ترویج مذہب کا ذریعہ بناتے ہیں علمائے شیعہ نے کسی قدر بھی کوتاہی کی ہے ۵ آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

میرا تو خیال ہے کہ جب متعہ میں یہ وسعت اور یہ فضیلت بیان کی جاتی ہے تو مومنین و مومنات خاتم المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درجہ سے ورے تو کبھی نہ رہتی ہونگی۔ اگر بدقسمتی سے رہ جائیں تو امام حسین کا درجہ حاصل کئے بغیر تو چارہ نہیں۔ ورنہ حسب ارشاد مرتضوی شیعان علی سے خارج ہونا پڑیگا۔

(۶)

مگر اور ایک **مسئلہ** سن لیجئے۔ باقر مجلسی رسالہ نکاح میں لکھتے ہیں "احتیاطاً موافق مدلول احادیث کثیرہ در حین وکالت بگوید بزن کہ ترا بمتعہ میدہم بشرط آنکہ تو از و میراث نبری و او از تو میراث نبرد و عدہ بداری وطلب قسمت نکاح مانند نکاح دائمی نمائی و توقع بہم رسانیدن فرزند از و نداشتہ باشی در مدت فلاں بمبلغ فلاں۔"

جب اولاد کی توقع رکھنا موضوع متعہ کے خلاف ہے۔ تو بتلائیے متعہ اور اوباشی میں کیا فرق ہے۔ جو کچھ طے ہوا۔ دیا اور اپنا کام کیا۔ چلتے ہوئے کسی کو کسی کی پروا نہیں قضائے شہوت بہیمیہ کے علاوہ اولاد کی نہ مرد کو تمنا ہوئی نہ عورت کو۔

صاحب تفسیر کبیر آیئہ کریمہ محصنین غیر مسافحین کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ واصلہ فی اللغۃ من السفح وھو الصب وسمی الزنا سفاحاً لانہ لاغرض للزانی الا سفح النطفۃ انتھی مختصراً۔

حالانکہ مقصود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریع نکاح سے بقائے نسل و کثرت امت محمدیہ ہے۔ نہ نفس شہوت رانی۔ مجلسی رسالہ نکاح میں خطبہ نکاح کے اندر

Marfat.com

ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ تناکحوا وتناسلوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیٰمۃ ولو بالسقط۔ یعنی مناکحت سے توالد تناسل کو بڑھاؤ۔ تاکہ تمہاری (یعنے امت کی) کثرت سے اور امتوں پر ہم قیامت میں فخر کریں۔

اس حدیث سے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصلی غرض بخوبی واضح ہوگئی علاوہ اس کے آداب مباشرت میں فرمایا گیا ہے۔ کہ بوقت ارادہ مجامعت بسم اللہ کہہ لیا کرو۔ کہ لڑکا اثر شیطانی سے محفوظ رہے۔ اور متعہ سے جب اولاد مقصود نہیں بلکہ تمنائے اولاد مخالف متعہ ہے۔ تو بسم اللہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ آئے اور بہائم کی طرح مسلط ہوجائے۔ نعوذ باللہ۔

اہل بصیرت کو بطلان متعہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۝ اب دونوں دعوے کی فقہی دلیل بھی سن لیجئے مجلسی رسالہ فقہ میں کتاب   کے اندر لکھتے ہیں۔

و اختیار کند زن زائندہ بکر عفیف بزرگ اصل۔ و بسم اللہ بگوید پیش از شروع در جماع و درخواست کند از خدائے تعالیٰ ولد ذکر درست اعضاء۔[1]

(۷)

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ شیعوں نے فضائل وتاکد متعہ میں اس قدر اہتمام اور مبالغہ کیوں کیا ہے۔ اور فرائض اسلامیہ سے بھی اس کو کیوں بڑھا دیا۔ کہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کی بھی اس کے آگے کوئی حقیقت نہیں رہی۔ یہ کیوں؟ فقط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ضد وعداوت پر۔ آخر اس کا پتہ چل گیا۔ واقعی سچی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ خواہ اخفاء کی ہزار کوششیں کی جائیں کبھی نہ کبھی اس کا ظہور ہو ہی جاتا ہے خصوصاً ؎

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

صاحب برہان المتعہ بعد نقل روایات فضائل متعہ لکھتے ہیں:۔

---

[1] ایک عجیب مسئلہ بھی سن لیجئے۔ رسالہ فقہ مجلسی میں ہے۔ کہ حالت جماع میں ذکر اللہ کے سوا اور باتیں کرنی مکروہ ہیں۔ دار بے تفقہ ۱۲ منہ۔

اشکال اگر گفتہ شود کہ ہمہ ایں از موضوعات عند العقل مے باشد چہ بر ہمہ مباحات
"ملذذات خصوص بر شہوت رانی ثواب نباید شد۔

جواب: مقتضائے عقلی است کہ آنچہ از شرعیات از اوامر و نواہی باشد
اگر از مباحات و تلذذات باشد ملامت و عبادت و انقیاد تعالیٰ است و
لازم است خصوص نزد مخالفت امرے اجبار جاہلے۔
و آں بالکل متروک و مطروح العمل و در اعیان مقدوح عامل آں باشد۔

کوئی مجتہد صاحب سے پوچھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں حضرت عمر نے کب متعہ کو روکا تھا۔ کہ آں حضرت کو ازعاماً للاعداء اس مبالغہ کے ساتھ فضائل متعہ بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی - اور متعہ کرنے والوں کو اپنے درجہ تک پہنچا دیا۔

ناظرین! آپ کو درباب متعہ شیعوں کی اس کدو کاوش کی وجہ تو معلوم ہو گئی۔ اور دلائل تحریم متعہ سے بھی واقفیت ہو گئی ہے اب مزید تطویل کی ضرورت نہ رہی - مگر تتمیماً للفائدہ ایک آیت نقل کرتا ہوں جس سے تحریم متعہ پر بشرط بصیرت روشنی پڑتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

یعنے چار تک نکاح کی تمہیں اجازت ہے۔ مگر اگر تمہیں خوف ہو کہ کئی بیویوں میں عدل اور مساوات نہ کر سکو گے۔ تو ایک ہی پر بس کرو - یا اپنی مملوکہ لونڈیوں پر اکتفا کرو۔ اب اس حصر کے بعد تیسری چیز کی گنجائش کہاں ہے۔ کہ متعہ بھی اس میں داخل کیا جائے بے انصافی سے بچنے کی اگر کوئی تیسری صورت بھی ہوتی تو خدا تعالیٰ کو اس کے بیان سے حضرت عمر یا کسی دوسرے تیسرے کا خوف ہرگز مانع نہ ہوتا۔

علامہ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "وانما سوے فی السہولۃ والیسر بین الحرۃ الواحدۃ و بین السراری من غیر حصر فی عدد لقلۃ تبعتہن و خفۃ مؤنتہن وعدم وجوب القسم فیہن"

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "المعنی فان خفتم الا تعدلوا بین ھذہ الاعداد کما خفتم ترک العدل فیما فوقہا فاکتفوا بزوجۃ واحدۃ اوبالمملوکۃ سوی فی السہولۃ والیسر بین الحرۃ الواحدۃ و بین الاماء من غیر حصر - ولعمری انہن اقل تبعۃ واخف مؤنۃ من الحرائر لا علیک اکثرت

منهن اوراقالت عدلت بينهن فى القسم اولم تعدل عدلت عنهن ام لم تعزل"۔

ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانو! اگر چار بیویاں کرنے کی صورت میں تمہیں یہ خوف ہو۔ کہ سب میں برابری کا عدل نہ کر سکو گے۔ جیسا کہ تمہیں اس تحدید کے قبل تکثر ازدواج میں خوف بے انصافی کا پیدا ہوا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے تمہاری بے انصافی کا خیال کر کے اس کثرت غیر محدود کو چار میں محدود کر دیا۔ تو تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔ یا مملوکہ لونڈیاں رکھو۔ اور بس۔ اور خدا تعالیٰ نے باعتبار سہولت و آسانی کے ایک حرہ اور چند غیر محدود لونڈیوں کو ایک درجہ میں اس لئے رکھا۔ کہ لونڈیوں کا نان و نفقہ میں طلب تقاضا کم ہوتا ہے۔ (بیوی صاحبہ کی فرمائشات کی کوئی حد ہی نہیں) اور لونڈیوں میں (باہم) عدل ضروری نہیں۔ خواہ کسی کو کم دو کسی کو زیادہ۔ کسی کے پاس زیادہ رہو کسی کے پاس کم۔ یہ سب تمہاری اختیاری باتیں ہیں۔ اور جب لونڈیوں میں باہم عدل و مساوات ضروری نہیں۔ تو حرہ اور لونڈیوں میں بدرجہ اولیٰ مساوات ضروری نہ ہوگی۔

مگر اس استدلال پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جس طرح آیت سے اقسام موطوعات کا انحصار منکوحہ و مملوکہ میں معلوم ہوا۔ علی سبیل التردید ذکر کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حرہ واحدہ اور مملوکہ کا اجتماع بھی جائز نہیں۔ حالانکہ یہ یقیناً غلط ہے۔ تو جاننا چاہیئے۔ کہ خدائے تعالیٰ چار نکاح تک کی اجازت دے کر جو پھر ایک منکوحہ پر بس کرنے کو فرماتا ہے۔ تو اس کی علت وہی احتمال بے انصافی و عدم مساوات ہے۔ تو جہاں یہ علت مفقود ہوگی وہاں ممانعت بھی نہ ہوگی۔ اور منکوحہ و مملوکہ میں مساوات ضروری نہیں۔ تو ان کا اجتماع بھی ممنوع نہ ہوگا۔

تو اب آیت کے معنے یہ ہوئے کہ اگر تعدد منکوحات میں بے انصافی کا تمہیں خوف ہو۔ تو ایک منکوحہ پر اکتفا کرو۔ یا اگر چند عورتوں کی تمہیں حاجت ہو۔ اور ایک پر صبر نہ کر سکو تو اس کے ساتھ مملوکہ لونڈیاں بھی ملا لو۔ اب تردید بھی بجائے خود صحیح رہی۔ اور حرہ و مملوکہ کا اجتماع بھی ممنوع نہ ہوا۔

آیۂ کریمہ سے بطلان متعہ پر یوں بھی استدلال کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دو قسم کی عورتوں سے تعلق پیدا کرنے کا حکم دیا۔ ایک مملوکہ دوسری غیر مملوکہ۔ اور غیر مملوکہ

Marfat.com

کے لیے نکاح[1] کی شرط لگائی۔ اور متعہ یقیناً نکاح نہیں۔ کیونکہ اس میں نہ دوام کی قید ملحوظ ہے۔ نہ چار کی تحدید نہ عدل کی شرط۔ اگر کوئی احمق نکاح کو عام رکھکر دائم و منقطع میں اسکی تقسیم کرے۔ اور ان دونوں انواع یا افراد کو مامور بہ ٹھیراوے۔ تو آیۂ کریمہ کے اندر تحدید اور عدل کی شرطیں اس کو یہ کہنے پر مجبور کرینگی۔ کہ دائم کے سوا منقطع کی یہاں گنجائش ہی نہیں۔ بلکہ آیۂ کریمہ میں نکاح کی عدم توقیت اور اس کا اطلاق بھی انتفاع منقطع کیلئے کافی و آبی عن التقسیم ہے۔

اس طرح بھی تقریر استدلال ہو سکتی ہے کہ آیۂ کریمہ میں دو حالتیں مذکور ہیں۔ ایک عدم خوف کی حالت دوسری خوف کی صورت۔ بصورت اول چار نکاح تک کی اجازت عطا فرمائی۔ بصورت ثانی ایک نکاح اور مملوکہ کی صورت بتائی۔ اگر متعہ جائز ہوتا تو خوف عدم مساوات کی صورت میں اس کو بھی جائز بتایا جاتا۔ والسکوت فی معرض البیان بیان۔

منجملہ دلائل حرمت کے ایک دلیل امام رازی نے یہ بھی بیان کی ہے۔ کہ وطی زوجہ و مملوکہ کے سوا اور کسی سے حلال نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم اور متاعی بلاشبہ نہ زوجہ ہے نہ مملوکہ۔ کیونکہ اگر وہ زوجہ ہوتی تو دونوں میں توارث جاری ہوتا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولکم نصف ما ترک ازواجکم۔ اور متعہ میں بالاتفاق ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوتا۔ دوسرے متعہ سے ثبوت نسب ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ الولد[2] للفراش حالانکہ بالاتفاق اولاد متعہ کا نسب باپ سے ضروری ثبوت نہیں۔ تیسرے اس پر عدت وفات واجب ہوتی۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

---

[1] اس سے شیعوں کا تحلیل فروج بھی باطل ہوا۔ ۱۲ منہ۔

[2] مجلسی رسالہ فقہ کے فصل احکام اولاد میں لکھتے ہیں۔ "و جائز نباشد نفی آں بجہت تہمتے و اگر نفی نماید از و بریدہ نشود الا بلعان"۔ نیز لکھتے ہیں۔ "و اگر کسے وطی کند زوجۂ دیگرے را بزنا و او ہم وطی کردہ باشد ولد از وں صاحب فراش باشد یعنی زوج۔ و از و بریدہ نشود۔ الا بلعان و زانی را ولد نیست و اگرچہ باو مانندہ بود"۔ نیز رسالہ متعہ میں لکھتے ہیں۔ "و اگر نفی نماید فرزند متعہ را احتیاج بلعان نیست و بمجرد نفی از وے قبول مے کنند۔"

[3] چنانچہ برہان المتعہ کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

سوال۔ بسبب آیت الا علی ازواجھم ثابت شد کہ تصرف فروج بنکاح و ملک یمین منحصر است نہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ پر)

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسهن اربعۃ اشہر و عشراً ما - مگر اس استدلال پر صاحب برہان المتعہ نے چند اعتراض کئے ہیں جن کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸)

بغیر ایں چہ بر متعہ اسم کنیز و زوجہ اطلاق نمے شود پس در ازواج داخل نیست - لہٰذا متعہ را طلاق و میراث و نفقہ و لباس و مکان و تقسیم و لعان و ایلا و ظہار و عدت نیست و متعہ زیادہ بر چہار جائز است پس بعقد شرط مشروط نیز باطل است

جواب :- بالاجمال آنکہ ما بیان کردیم متعہ در اسم ازواج داخل است - زیرا کہ قسیم دائم است پس اگر در بعض احکام مخالف دائم باشد از اسم زوجیت بر نمے آید - چنانچہ ملک یمین قسیم دائم است - اما در اکثر احکام مخالف دائم است و ہمچنیں وضو و غسل و تیمم قسیم اند احکام ہر یکے موافق دیگر نیست - چہ اتحاد جنس مستلزم باتحاد انواع و لوازم آں بالضرورت نیست - **تنبیہ** :- ہرگاہ ایں ثابت شد پس بدانکہ متعہ زوجہ و داخل آیۃ ہست والا لازم مے آید زنیکہ بمحض عقد او را طلاق داد زوجہ نبودہ - یا زنے را کہ بنہج شرع عقد پیش نشدہ زوجہ باشد - و داخل آیہ باشد - ایں ضروری البطلان است پس اسم زوجیت بر متعہ واجب باشد اما اتحاد احکام در انواع ازواج واجب نیست چہ نوعیت مستلزم مغائرہ است -

تطبیق - اما وارث نشدن متعین موجب قدح در اسم زوجیت نیست چنانچہ زوجہ ذمیہ و مرتدہ فطریہ و قاتلہ و کنیز میراث نمے برند پس بنا بریں اینہا زوجہ نمے باشند اما مبائن شدن متعہ بلا طلاق قدحی در زوجیت نیست والا لازم مے آید کہ ملاعنہ و مرتدہ و کنیز فروخت شدہ از ازواج نباشند چہ ایشاں ہم بلا طلاق بائن میشوند اما لباس و نفقہ و مکان نداشتن متعہ قدحی نیست والا لازم مے آید کہ زن ناشزہ و نافرمان شوہر زوجہ نباشد - چہ ایشان ہم لباس و نفقہ و مکان ندارند - اما تقسیم واجب نداشتن متعہ قدحی نیست والا لازم مے آید کہ ناشزہ و مرتدہ و مجنونہ و حائض و نفساء زوجہ نباشد - چہ ایشاں ہم تقسیم شب خواب ندارند اما لعان و ایلا با متعہ واقع نشدن قدحی در متعہ نیست زیرا کہ با مرتدہ فطریہ و با مجنونہ دائرہ ایلا نمے شود زیرا کہ حق تقسیم ایشاں ندارند و متعہ ہم نہ حق تقسیم دارد - ورنہ دوام زوجیت - اما لعان در قذف زنا نزد جمہور اصحاب ما واقع نشود - نزد طول مدت و اگر واقع نہ شود ہم قدحی ندارد چنانچہ لعان بزوجہ صغیرہ باکرہ صحیح نمے شود اما ظہار پس او ہم نزد اصحاب ما واقع نمے شود اما عدۃ غیر مدخولہ و یائسہ ندارد چہ دائمی نباشد یا منقطعہ اما عدۃ وفات و عدۃ بعد دخول وارد بیانش مے اما زیادہ بر چہار بودن متعات قدحی ندارد و زیرا کہ قسیم نکاح دائم ملک یمین

(بقیہ صفحہ ۴۰ پر)

Marfat.com

ماحصل یہ ہے کہ یہ آیت مکیّہ ہے اور آیت استمتاع مدنیہ۔ سو ممکن ہے کہ ابتدائے اسلام میں مکیہ مخصوص بدائمہ و ملک یمین ہو۔ علاوہ اس کے ممتعہ اسم ازواج میں داخل ہے کیونکہ متعہ دائمہ کا قسیم ہے۔ اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ ہر دو قسیم کے احکام متحد ہوں جسطرح وضو غسل تیمم باہم قسیم ہیں مگر احکام میں مختلف۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اتحاد جنس کو انواع و اتحاد لازم ضروری[1] نہیں۔ پس متاعی زوجہ ہے اور داخل آیۃ۔ ورنہ لازم آئیگا کہ جس منکوحہ کو مجرّد نکاح کے بعد طلاق دیا ہو زوجہ نہ ہو۔ یا جس کا حسب قاعدہ شرعیہ نکاح نہ ہوا ہو۔ زوجہ ہو اور داخل آیتہ۔ اور یہ جب ضروری البطلان ہے تو متاعی پر اطلاق زوجہ بھی واجب ہے۔ مگر انواع ازواج میں اتحاد احکام واجب نہیں۔ کیونکہ اختلاف نوعیت مستلزم مغایرت ہے۔ اور انتفاء توارث زوجیت کے مغائر نہیں۔ دیکھو ذمیہ اور مرتدہ فطریہ اور قاتلہ اور کنیز وارث نہیں ہوتیں تو کیا یہ زوجہ نہیں ہیں۔ اور عدم وجوب نفقہ و سکنی بھی قادح نہیں ہیں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ نافرمان منکوحہ کبھی زوجہ نہ ہو۔ کیونکہ اس کا نفقہ بھی زوج پر واجب نہیں۔ اور عدم وجوب بھی قسم معارض نہیں۔ ورنہ لازم آئیگا۔ کہ ناشزہ اور مرتدہ اور مجنونہ اور حائض اور نفساء زوجہ نہ ہوں۔ حالانکہ ان کو بھی یہ حق حاصل نہیں اور متعہ میں لعان اور ایلا کا نہ ہونا بھی مخالف مدعا نہیں۔ دیکھو مرتدہ فطریہ اور مجنونہ دائرہ کے ساتھ ایلاء نہیں ہوتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو حق تقسیم حاصل نہیں۔ پس اگر متمتعہ کو حق تقسیم اور دوام زوجیت حاصل نہ ہوا تو کیا قباحت ہے۔ اور لعان جمہور علمائے شیعہ کے نزدیک ہوتا ہے بشرطیکہ متاعی طویل[2] مدت تک زوج کے عقد میں رہی ہو۔ اور اگر لعان نہ ہو تب بھی کوئی خرابی نہیں جسطرح زوجہ صغیرہ باکرہ کے ساتھ لعان صحیح نہیں۔ ظہار بھی ہمارے علماء کے نزدیک متعہ

---

[1] یہ کس احمق نے کہا ہے کہ لوازم جنس کا تحقق انواع و افراد میں ضروری نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

[2] یہ شرط بھی مخالف اطلاق قرآن اور منافی احکام زوجہ ہے۔ ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) است و در آں زائد بر چہار جائز است پس اگر در تمتع کہ قسیم ثانی باشد زیادہ بر چہار گیرند قادحی نیست۔

میں واقع ہوجاتا ہے۔ عدم وجوب عدت طلاق بھی زوجیت سے نہیں نکالتا۔ دیکھو غیر مدخولہ اور آئسہ کے لئے عدت نہیں۔ اگرچہ منکوحہ بنکاح دائم ہو۔ اور عدت وفات وعدت بعد دخول واجب ہے جس کو ہم آگے ذکر کریں گے مگر آگے بھی آپ نے کوئی دلیل نہیں بیان کی پس اس کی نفی کو ہماری طرف منسوب کرکے بطلان متعہ اور ممتنعہ کے ازواج میں نہ داخل ہونے پر استدلال کرنا غلطی ہے۔ اور تمیعات کی عدم تحدید بھی منافی زوجیت نہیں۔ کیونکہ ملک یمین باوجودیکہ نکاح دائم کا قسیم ہے پھر اس میں تحدید نہیں۔ پس اگر اس کے دوسرے قسیم یعنے متعہ میں تحدید نہ ہو تو کیا عجب ہے۔

صاحب برہان کے یہ سارے براہین ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ آپ نے ایراد نقض میں بہت طول دیا ہے مگر باطل لا طائل کما ستنبہ انشاء اللہ تعالےٰ بحولہ وقوتہ۔

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

ایراد اوّل کا جواب یہ ہے کہ جب یہ امر مسلم ہے کہ یہ آئیت (سورہ مومنون) نفی متعہ پر قطعی الدلالۃ ہے۔ تو اس کا معارض بھی قطعی ہونا چاہیے۔ اور آئیۃ استمتاع قطع نظر اس کے کہ وہ مفید مطلب شیعان نہیں۔ مختلف فیہ ہے اور حلت متعہ میں ظنی۔ اور ظنی الدلالۃ قطعی الدلالۃ کا معارض نہیں ہوسکتی اور الیٰ اجل کی قید قرآن مجید سے تو ثابت نہیں اور روایات غریبہ کا ضمیمہ ملانا کلام اللہ پر تحریف کا دھبہ لگانا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اور جب آئیۃ فانکحوا ما طاب لکم یقیناً مدنی ہے اور وہ بطلان متعہ پر دال ہے کما مر تو آئیۃ استمتاع کو ناسخ قرار دینا بعید از فہم ہے۔ بلکہ یہ کہنا اقرب الی الفہم ہے کہ ابتدائً بھی متعہ ممنوع تھا۔ اور انتہاءً بھی ممنوع ہوا۔ درمیانی اوقات میں کبھی کبھی جائز کیا گیا پس اگر آئیۃ استمتاع کا وہی مطلب ہے۔ جیسا کہ شیعوں نے سمجھا ہے حالانکہ وہ بالکل غلط ومنافی سیاق آئیت ہے۔ کیونکہ سابق میں منکوحہ کا ذکر ہے۔ تو ضمیر ھُنّ کا مرجع بھی وہی ہوگی۔ تو یہ درمیانی حکم بھی منسوخ ہے۔

نیز آپ نے آئیۃ کریمۃ الا علی ازواجہم کے نازل فی المکہ ہونے پر کوئی دلیل پیش نہیں

کی. غالباً آپ کو سورہ مومنون کے مکیہ کہے جانے سے شبہ پڑا ہے۔ مگر آپ کو اپنے علماء کے افادات کی بھی خبر ہوتی۔ تو شاید یہ غلط فہمی واقع نہ ہوتی۔ صاحب ضربت حیدریہ فائدہ مندجہیں لکھتے ہیں۔

اما وجہ ثالث پس جوابش این کہ ترتیب عثمانی موافق نزول قرآنی نیست چہ اکثر آیات مدینہ در سورہ مکیہ و بالعکس واقع شدہ است پس آنچہ افادہ فرمودہ اند خالی از فائدہ باشد۔ بالجملہ اگر ما حکم بمکی و مدنی بودن سورہ ہا و آیات علی حسب مارقوم مے نمودیم اعتراض برما لازم مے آمد و اذلیس فلیس"

پس پہلے آپ کو اس آیت کا نزول فی المکہ ثابت کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد استدلال بہ مستدل کا ابطال فرمایئے وانی لک۔

پھر ایک دلیل آپ نے یہ پیش کی کہ متعہ اور دائم باہم قسیم ہیں۔ مگر جب تک مطلق تزوج کا اور اس کا مامور بہ ہونا ثابت نہ کیا جائے۔ اس کے اقسام کا مامور بہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ورنہ نکاح بالمحرمات بھی اس کا ایک فرد شروع ہوگا۔ اور باعتبار لغت کے تزوج کا عام ہونا مطلب نہیں۔ ورنہ ناجائز تعلق کا بھی مامور بہ ہونا تسلیم کرنا ہوگا۔ وھو کما تری اور جب تقسیم لغوی شرعاً لایعبأ بہ ہے۔ تو تقسیم لغوی و عقلی پر احکام شرعی کو مربوط کرنا یقیناً غلط ہوگا۔ غرض زوجہ لغوی میں شامل ہونے کی وجہ سے شرعی زوجہ کہنا بدیہی البطلان ہے کما لایخفی۔ اگر لفظ عام اور نکاحی و متاعی دونوں کو شامل تھا۔ تو صاحب برہان نے یہ کیسے فرمایا کہ ممکن ہے ابتدائے اسلام میں متعہ شروع نہ ہوا ہو۔

اب نقض کی کیفیت سنئے اہلسنت کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ جب مقرر ہو چکا ہے کہ الشیئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ اور توارث ثبوت نسب عدت وغیرہ زوجہ کے احکام سے ہیں تو جہاں علاقۂ زوجیت کا تحقیق ہوگا۔ حقوق زوجیت بھی ساتھ متعلق ہو جائیں گے۔ اور عدم تحقق لوازم عدم تحقق ملزوم کی دلیل ہوگی۔ اور متاعی بھی بمعنے لغوی اس پر زوجیت کا اطلاق ہو۔ مگر وہ شرعاً زوجہ نہیں۔ ورنہ لوازم و احکام زوجیت اس کے لئے ضرور ثابت ہوتے۔ و اذلیس فلیس۔ یوں تو عرفی داشتہ بھی لغوی زوجہ

ف ۱؎ بلکہ میر آغا صاحب مجتہد نے تو اپنے فتاوی مندرجہ اخبار امامیہ لکھنؤ میں داشتہ سے جو ولد الزنا ہوا ہے۔ اس کو میراث تک دلا دیا ہے۔ ۱۲

متاعی سے بدرجہا بہتر۔ کیونکہ متعہ کے صُلب عقد میں ارادہ افتراق داخل ہے۔ اور داشتہ عورت کے معاملہ میں یہ ملحوظ نہیں ہوتا۔ اب اگر اس کو دیکھتے ہیں کہ زوج کے مفہوم میں اجتماع وافتران ہے۔ اور متعہ کے مفہوم میں افتراق۔ تو باعتبار لغت بھی متاعی پر زوجہ کا اطلاق صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اور زوجہ اور متاعی دونوں مفہوم متباین معلوم ہوتے ہیں اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ متاعی پر زوجہ کا اطلاق صحیح نہیں۔ تو تزوج کو مقسم ٹھیرا کر دائم و منقطع میں اُس کی تقسیم صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر تزوج کو عام و کلی منطقی قرار دیں۔ تو گیا کوئی کلی منحصر فی فرد واحد نہیں ہوتی۔ دیکھو مفہوم واجب الوجوب کلی ہے۔ مگر فرد واحد میں منحصر۔ اسی طرح ممکن ہے کہ زوجیت یعنی زن و شوہی مفہوم کلی ہو اور فرد واحد یعنے نکاح یا زواج دائمی میں منحصر اور جتنے نقض صاحب برہان نے پیش کئے ہیں۔ مثلاً قاتلہ یا مرتدہ کا وارث نہ ہونا یا ناشزہ کو نفقہ نہ ملنا۔ صغیرہ باکرہ کے ساتھ لعان نہ ہونا۔ یا اس کا وکم فہمی ہے۔ یا حق پوشی۔ دیکھو گفتگو تو لوازم و توجہات نکاح میں ہے۔ نہ اُن لوازم کے موانع میں اگر لازم سے بوجہ قسر قاسر ملزوم سے منفک ہوجائے۔ تو یہ ہرگز کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ دونوں لازم ملزوم نہیں ہیں۔ لزوم من حیث ہو اور عدم تحقق لزوم للمانع میں یوں بعید ہے۔

اب نکاح یا تزوج شرعی کو نفقہ لازم ہے۔ بشرطیکہ کوئی امر خارجی مانع نہ ہو۔ اگر بوجہ تحقق موانع مثل قتل وارتداد و نشوز ارتفاع لوازم ہوگیا۔ تو اس کے لازم من حیث انہ لازم ہونے میں ہرگز کوئی فرق نہ آئے گا۔ آدمی کتّے پالتا ہے اور شرعاً و عقلاً و قانوناً اس کی نگہداشت۔ اُس کا کھانا پینا پالنے والے کے ذمّے واجب ہوا ہی بیچاری متاعی ایسی گئی گذری ٹھیری کہ اس کا کھانا کپڑا بھی متاع کرنے والوں کے ذمّہ عائد نہیں ہوتا۔ یہ فقط اپنا کام نکالنے کے مالک ٹھیرے۔ اور بس۔

دوسری غلطی حضرت مجتہد سے یہ ہوئی۔ کہ لوازم شے کی آپ کو تمیز نہ ہوئی یہ نہ سمجھے کہ عدم توارث و سقوط نفقہ وغیرہ لوازم نکاح ہیں۔ یا توارث قبل از ازدواج و نشوز احکام نکاح۔ احکام موانع میں آپ فرق نہ کر سکے۔ اسلئے آپنے ایک لوازم کو دوسرے کے لوازم سے غلط گردانا۔ اور نفس فرمایا ہے

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا ست

اب صغیرہ باکرہ میں لعان کا نہ ہونا آپ نے پیش فرمایا اور نہ سمجھے کہ لعان کی حقیقت کیا ہے۔ لعان کی حقیقت یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی پر زنا کا دعویٰ کیا۔ اور گواہ کوئی نہیں۔ عورت بھی زنا سے منکر۔ ادھر زوج کو بوجہ انعدام شاہد حد قذف کا خوف۔ اور اس قسم کے واقعہ کا پیش آنا بھی ممکن۔ پھر باوجود فقدان شہادت اگر مرد کا دعویٰ تسلیم کیا جائے۔ تو عورت حد زنا میں رجم ہو کر جان سے جاتی ہے۔ اور اگر عورت کے انکار کو حاکم سچا سمجھے۔ تو مرد کو حد تہمت کے اسّی کوڑے لگتے ہیں۔ غرض دونوں کی جان خطرہ میں ہے۔ اور بلا دلیل کسی ایک کے موافق حکم صادر کرنا بھی سراسر بے انصافی ہے۔ تو ایسی مبہم اور مخدوش حالت میں شریعت نے یہ صورت کی کہ فریقین کو غضب الٰہی سے ڈرایا جائے۔ اس طرح کہ پہلے مرد چار مرتبہ اپنی سچائی کی شہادت دے۔ اُس کے بعد پانچویں دفعہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اُس پر خدا کی لعنت۔ اسی طرح عورت چار مرتبہ کہے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے۔ پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ اللّٰھم انی اعوذ بک منک فاعذنی یا ارحم الراحمین ویا اکرم الاکرمین ا)

اگر ایک نے غضب خداوندی سے ڈر کر جرم کا اقرار کرلیا۔ تو مجرم کی سزا اور دوسرے کی بریت ہوگئی۔ اور اگر دونوں نے قسم کھالی حالانکہ ایک ضرور اپنے دعویٰ میں کاذب ہے تو اب جھوٹے دعویٰ کی یہی سزا ہے کہ دونوں میں تفریق کردی جائے۔ اور وہ پھر کبھی ساتھ نہ ہو سکیں۔ مجلسی رسالہ فقہ میں لکھتے ہیں "ہر کہ لعان کند زوجہ خود را حرام شود برا و حرمت دائمی"

اس میں شبہ نہیں کہ تحقیق حق اور انصاف کا یہ بہت اچھا ذریعہ ہے اس سے بڑھکر ہرگز کوئی ذریعہ انصاف کا نہیں۔ اور تفریق بھی عین انصاف ہے۔ آخر حفظ امن و نظم عالم و سد باب مفاسد کے لئے جرم کی کوئی دنیوی سزا بھی ہونی چاہیے اس کے کیا معنی کہ ایسا بھاری جرم بھی کریں کہ کسی پاکدامن کو ایسے فاحشہ کی تہمت لگائی جائے یا عورت ایسے فاحشہ کی مرتکب ہو۔ اور دونوں کسی قسم کی سزا نہ بھگتیں اور پھر ایک دوسرے سے راضی ہو کر مل جائیں۔ اب اس جرم کی یہی سزا ہوئی۔ کہ دونو میں تفرقہ ہوگیا چلو چھٹی ہوئی اور صغیرہ باکرہ کی حالت ہی اسکی راستبازی و پاکدامنی کی بین شہادت ہے اب لعان یا کسی دوسرے تیسرے گواہ کی کیا حاجت رہی۔ اور جب صغیرہ کا صدق محقق ہوگیا۔ تو شوہر کا افترا ثابت ہوگیا۔ اب اس کو حد تہمت لگیگی اور لعان نہ ہوگا۔ نہ دونوں میں تفریق کی جاوے گی۔

Marfat.com

الحق وزھق الباطل والحمد للہ علی ذٰلک ؛

اب بالتفصیل ہر ایک کا جواب لیجئے۔ صاحب برہان کا یہ ارشاد "یہ کچھ ضرور نہیں کہ ہر دو قسم کے احکام متحد ہوں جس طرح وضو غسل تیمم باہم قسیم ہیں۔ مگر احکام میں مختلف۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اتحاد جنس کو اتحاد انواع و اتحاد لوازم ضروری نہیں"۔ اسی شعر کے حسب حال ہے ؎

کہہ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ ؛
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی ؛

جب یہ امر مسلمہ عند العقلاء ہے کہ انواع کی حقیقت باہم متباین ہوتی ہے جس طرح انسان فرس وغیرہ حقائق متباینہ ہیں اور بوجہ تباین فی الحقیقت ہر ایک کے احکام میں بھی ضرور تباین ہوگا۔ اور متباینین یقیناً ایک دوسرے کا قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ انسان اور فرس کے احکام اور لوازم ایک نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ یہ (وضو۔ تیمم) ایک دوسرے کا بدل واقع ہوتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ اگر مطلق طہارت کو جنس مانا جائے۔ اور وضو تیمم غسل کو اس کے انواع۔ اور افعال مکلفین ہر ایک کے افراد سمجھے جائیں تو بوجہ اختلاف حقیقت ایک نوع دوسرے نوع کا بدل نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ متعہ کو وضو وغیرہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے پہلے نکاح شرعی کی تقسیم دائم اور منقطع میں ثابت فرمائی ہوتی۔ اس کے بعد اختلاف لوازم پیش فرماتے۔ واذلیس فلیس۔ ابن عباس متعہ کی نسبت بالتصریح فرماتے ہیں لا نکاح۔ کہیں انواع یا افراد سے نفی جنس صحیح ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں پس تنافی زوجہ داخل آیۃ ہے۔ ورنہ لازم آئیگا کہ جس منکوحہ کو مجرد نکاح کے بعد طلاق دیا ہو زوجہ نہ ہو۔ یا جس کا نکاح حسب قاعدہ شرعیہ

ے[1] غالباً اس سے مطلب یہ ہوگا کہ طلاق بلا خلوت صحیحہ کی صورت میں نہیں عدت لازم ہوتی نہ توارث ہوتا۔ تو یہ امور لوازم نکاح نہیں ہیں۔ مگر عدم توارث تو موجودہ صورت میں بر بنائے انعدام عدت ہے جس طرح بعد انقضائے عدت توارث نہیں ہوتا۔ بصورت عدم وجوب عدت بھی توارث نہیں ہوتا۔ کیونکہ بوجہ عدم وجوب عدت باہم کوئی ادنیٰ بھی تعلق باقی نہیں رہا۔ اور وجوب و عدم وجوب عدت کی علت بالتفصیل آئندہ بیان کی گئی ہے۔ البتہ سقوط مہر کی وجہ یہ ہے۔ کہ مہر معاوضہ ملک بضعہ ہے۔ اور بصورت طلاق تخیل خلوت عورت کی طرف سے تفویض متحقق نہیں ہوتی۔ اور بلا تفویض وجوب ادائے معاوضہ محض بے معنی ہے علاوہ اس کے نفس وجوب لازم نکاح ہے نہ وجوب ادا۔ وجوب ادا لازم خلوت ہے۔ البتہ احتراماً للنکاح متعہ واجب ہوتا ہے۔ تدبر۔ منہ غفر اللہ لہٗ

نہ ملتا ہو۔ زوجہ و داخل آیتہ ہو" مگر میری سمجھ میں نہ یہ تفریع آئی اور نہ یہ تلازم آیا۔ یہ عجیب چیستان ہے۔ شاید ناظرین اس کا کوئی مطلب سمجھیں۔ یا علمائے شیعہ اس کی مزید توضیح و تقریر فرما سکیں۔

علاوہ اس کے اگر متاعی مفہوم زوجہ میں داخل اور آیت کریمہ میں شامل ہے تو پہلے حضرت مجتہد نے کیسے فرمایا تھا۔ ممکن ہے کہ اس آیت میں تزوج کا مقصود نکاح دائم ہونا شاید حضرات شیعہ یہ کہیں کہ وہ جواب علی سبیل التنزل تھا اور یہ تحقیقی۔

مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ متعہ مثل اور عفو و جاہلیت کے تھا اور شریعت مطہرہ نے بجز نکاح دائمی کے تمامی عفو و جاہلیت کو باطل کر دیا اور مجتہد صاحب نے بھی ابتدائے اسلام میں تزوج کو منحصر بہ نکاح دائم فرمایا۔ اگرچہ بالاسکان ہی سہی تو اس سے یہ بات بخوبی ثابت کہو گی۔ کہ متعہ بھی ابتدائے اسلام میں باطل ہو چکا تھا۔ مگر احیاناً بعض وقتی مصالح و ضرورتوں کی وجہ سے جس کی طرف فی الجملہ اشارہ کیا گیا ہے۔ بیاے چندے اجازت دی گئی۔ لان الضروری تتقدر بقدر الضرورۃ۔ پھر ارتفاع ضرورت کے بعد ہی حرام کر دیا گیا یا یوں کہیے کہ اس کی حرمت اصلی عود کر آئی۔ چنانچہ اس کی مؤید بھی وہ روایات ہیں جن میں رخصت بقید ایام ہے مثلاً رخص ثلثا۔ مگر حزم و احتیاط شارع علیہ السلام کو خیال کیجیے۔ کہ گرچہ رخصت تقیدی کا مفہوم بھی وہی تحریم بعد الوقت تھی۔ مگر آپ نے اس پر اکتفا نہ فرمایا۔ اور باہتمام تمام ممانعت فرمائی چنانچہ حدیث میں ہے ثم نہی عنہ۔

اب اگر اس گذشتہ روایت کو خیال کیجیے جس میں فرمایا گیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے شراب کو حرام فرمایا اور اس کی جگہ میں ہمارے شیعوں کو نعمت متعہ سے سرفراز کیا۔ کاش اگر متعہ کے ساتھ شراب بھی شیعان پاک کے لیے حلال کر دی جاتی تب متعہ کا البتہ مزہ اور لطف ملتا تو یقیناً تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اجازت متعہ بعد حرمت خمر ہے اور خمر بالیقین مدینہ میں ہوئی پس متاعی کسی طرح آیات مکیہ میں داخل نہیں ہو سکتی۔

پھر فرماتے ہیں۔ "جب یہ ضروری ابطلان ہے تو متاعی یا طلاق زوجہ بھی واجب ہے"۔

یہ بھی عجیب معمہ ہے۔ اور میری حد فہم سے خارج سے پہلے تلازم تو فرمایا ہوتا اس کے بعد وجوب اطلاق کا دعویٰ ممنوع تھا۔

پھر فرماتے ہیں۔ "انتفاء توریث زوجیت کے مغایر نہیں۔ دیکھو ذمیہ اور مرتدہ

فطریہ اور قاتلہ اور کنیز وارث نہیں ہوتیں تو کیا یہ زوجہ نہیں ہیں؟ مرتدہ و قاتلہ کا جواب سابقاً گذر چکا۔ مگر ذمیہ کا عدم توارث کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ کیا اہل ذمہ کی بیویاں وارث نہیں ہوتیں۔ اور جب وہ اپنے مذہب میں مطلق العنان ہوتے ہیں تو اگر اُن کے مذہب میں توارث نہیں تو ہم پر کیا الزام ہے۔ بلکہ رسالہ فقہ کے موانع ارث میں مجلسی لکھتے ہیں:۔

"وکفار از ہمدیگر ارث مے برند۔ اگرچہ اختلافے در دین داشتہ باشند" نیز لکھتے ہیں:۔

"ومرتد فطری را باید در حال کشت و زنش عدت وفات بگیرد کہ چہار ماہ و دہ روز است از وقت مرتد شدن و قسمت کنند میراث او میان ورثہ و بتوبہ ایں احکام از و ساقط نمی شود واگر زن مرتد شود حبس کنند و در اوقات نمازہا بزنند تا آنکہ توبہ کند اگرچہ مرتد فطری باشد و میراث مرتد از آں وارث مسلمان است"

اور مرتدہ کے وارث نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس ارتداد سے نکاح فسخ ہو گیا۔ اور جب علاقۂ زوجیت باقی نہ رہا تو بعد از وفات شوہر وہ وارث کیونکر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اُس وقت وہ یقیناً زوجہ نہیں ہے۔

اور ملک یمین کو قسیم نکاح اور مملوکہ کو زوجہ کہنا تو عجب العجاب ہے۔ اگر مملوکہ کو لفظ زوجہ شامل تھا تو خدا تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ بڑھایا۔ ہاں شیعوں کے شارعین نے جب شیعوں کے لئے اپنی بیویوں کے ساتھ لواطت تک جائز کر دیا ہے۔ تو وہ یہ توجیہہ کر سکتے ہیں۔ کہ ما ملکت ایمانھم سے غلمان مملوک مراد ہیں۔ نعوذ باللہ مِنَ الخبث والخبائث۔

اب عند الشیعہ لواطت بالازواج کی دلیل سنئے۔ صاحب منتہی الکلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"واز غرائب و عجائب آنکہ بعضے از اصحاب کبار بخدمت آنجناب رسانیدند کہ یکے از جواری بکر مرا ے خواہد واز پدر و مادر خود پوشیدہ میدارد فرمود ہرچہ خواہی بکن و کونش بزن مگر از موضع فرجش برحذر باش (دیکھو قلب موضوع) و بلحوق عار بر غلو اہل او را مخراش (نعوذ باللہ۔ شیعوں کو لواطت سے تو عار نہ ہوا اور وطی فی الفرج موجب ننگ ٹھیرے۔ اللہ رے غیرت) وایں کتاب استبصار و کتب دیگر از تصانیف امامیہ بروایات قطعیہ و نصوص یقینیہ دلالت برآں دارد کہ لوطت با زن خویش روا است و ائمہ

ہاے برحلت آں از آیات قرآنی استدلال مے کنند۔"

ن مختصر النافع میں ابوالقاسم علی لکھتے ہیں "الثانیۃ الوطی فی الدبر فیہ روایتان اشہرھما الجواز علی کراھتہ"۔ مگر کراہت بھی خلاف روایت معلوم ہوتی ہے جہاں یہ اندھیر ہے وہاں ایک متعہ کیا ہزار متعہ بھی قابل الزام نہیں۔ مگر مستدل کو بھی ماننا پڑے گا۔ کہ جس طرح مرد کے لئے غلام مملوک جائز ہو گیا۔ عورت مالکہ کو بھی اپنے غلام مملوک سے مباشرت جائز ہے وھو کما ترے۔

• اگر مجنونہ کو حق قسم نہیں ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ قسم کا مدار ایذا پر ہے مجنونہ کو کسی کے آنے نہ آنیکی پرواہی کیا ہوتی ہے۔ بلکہ زوج کو خود مجنونہ سے احتمال ایذا ہے۔۔ اور حائض ونفساء کو حق شب باشی حاصل نہ ہونے کی کوئی دلیل بیان فرمائی ہوتی یوں بے تکی ہانکنے سے کیا فائدہ۔ اور اگر نہ ہو تاہم چونکہ اُس کو بتوت سے کوئی حاصل نہیں اس لئے شاید نہ ہو۔ مگر مجلسی رسالہ فقہ میں لکھتے ہیں:۔

"واورا قسم حق است بر زوج خواہ آزاد باشد یا بندہ مسلمان باشد یا کافر عاقل باشد یا مجنون خصی باشد یا عنین یا سلیم باشد از نیہا و ولی ومجنون شب اورا بزنان بگرداند وواجب است از برائے زنیکہ بعقد دوام باشد واگرچہ خستہ باشد یا حائض یا نفساء یا رتقا یعنے در رحمش گوشت یا استخواں رستہ کہ مانع وطی است یا احرام گرفتہ باشد یا مرد با او ایلاء یا ظہار کردہ باشد از برائے آنکہ مراد اُنس است وہمخوابی نہ وطی وجماع خواہ آنکہ زن آزاد باشد یا کنیز مسلمان یا کافر کتابی۔ وقسم نیست کنیزے راکہ بعقد باشد واگرچہ از وے فرزندے آوردہ باشد وہمچنین زن متعہ وکودک ودیوانہ وزنیکہ فرمانبرداری نمے نماید تا آنکہ فرمانبردار شود۔"

ل مگر یہ بھی بقاعدہ شیعان غلط ہے کیونکہ جب لواطت یا وطی فی الدبر کا بھی اُن کو حق حاصل ہے تو حیض ونفاس سے زوجین کا کیا ہرج ونقصان ہوا۔ حائض ونفساء کے ساتھ اگر وطی فی القبل کی ممانعت ہے تو فی الدبر تو ممنوع نہیں۔ اُن کی شہوت پرستی کی راہ کسی طرح مسدود نہیں ہوتی۔ ازیں چہ بہتر۔ چنانچہ علمائے شیعہ بھی تصریح فرماتے ہیں۔ وہ کب ایسے مواقع میں چوکنے والے ہیں۔ فی البدایۃ للحلی۔ "ویحرم وطی الحائض قبلاً حتی تطھر وکذا النفساء"۔ ذرہ قبلاً کی قید کو خیال کیجئے۔ استغفر اللہ۔ ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

متاعی میں ایلاء و لعان و ظہار کو عند الجمہور تسلیم کرنا بھی غلطی ہے۔ رسالہ فقہ میں مجلسی لکھتے ہیں:۔

"در ین عقد (متعہ) ایلاء و لعان و ظہار نیست نز د اکثر فقہاء"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ متاعی پر زوجہ کا اطلاق صحیح نہیں اور نہ وہ زوجہ ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَھُمْ۔ اگر وہ شرعاً زوجہ ہوتی تو اس آیت میں داخل ہوتی اور اُس پر لعان ہوتا۔ سورہ مومنون کی آیت کو تو لگی کہہ کر بھی چلتے ہوئے تھے۔ اس آیت میں کیا کہیں گے۔ علاوہ اس کے جتنے احکام نکاح کے ساتھ متعلق ہوئے اُن آیات کی نسبت کیا فرمائیں گے۔ چنانچہ بحمد اللہ بیہقی کی ایک روایت مل گئی عن علی نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن المتعۃ وانما کانت لمن لم یجد فلما نزل النکاح والطلاق والعدت والمیراث نسخ (تعلیق الممجد)۔ اور سنو نیل الاوطار میں ہے۔ قال ابو ھریرۃ فیما یرویہ عن النبی صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم ھدم المتعۃ الطلاق والعدت والمیراث اخرجہ الدارقطنی وحسنہ الحافظ"

پھر فرماتے ہیں "عدم وجوب عدت طلاق بھی زوجیت سے نہیں نکالتا" جب متعہ میں طلاق ہی نہیں اور نہ طلاق کی ضرورت۔ مدت ختم ہوئی اور متعہ غائب۔ تو اب عدت کا تذکرہ کرنا ہی فضول اور بے محل ہے۔ طلاق ہی نہیں تو عدت طلاق کے کیا معنے۔ مجلسی رسالہ فقہ میں لکھتے ہیں:۔

"در یں عقد طلاق نیست بلکہ جدائی مے شود بسر آمدن مدت یا بخشیدن زوج آں را باد"

گفتگو تو عدت طلاق میں ہے جو زوجہ کے لئے لازمی ہے۔ اگر بلا طلاق کے بھی شیعوں نے متاعی پر عدت واجب کردی ہے تو یہ خود قرآن عظیم کے خلاف ہے۔ قرآن تو مطلقہ کے لئے عدت^ف واجب فرماتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوْءٍ۔ وقال اللہ تعالیٰ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّۃَ۔ اور شیعے بلا طلاق کے بھی ضروری فرماتے ہیں ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ف اور وہ بھی تین قروء۔ اب قروء سے خواہ حیض مراد ہے یا طہر۔ اور شیعوں نے مدت عدت متعہ ایک مہینہ مقرر کی یہ دوسری مخالفت ہے۔ ۱۲ منہ

توجس طرح بلا طلاق کے برخلاف قرآن عدت کو لازم کر دیا۔ اگر غیر زوجہ پر بھی عدت لازم کر دیں تو اس کو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ وہ جانیں اور اُن کا دین و ایمان نیز جب عقد کے اندر مرد پر نفقہ واجب نہیں۔ تو فرمایئے عدت کے زمانہ میں وہ کس کے سر کھائے گی۔ برخلاف مطلقہ کے کہ اگر اُس پر عدت واجب ہے تو زوج پر عدت کا نفقہ بھی واجب ہے۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جو شخص کسی کے حق میں محبوس ہوتا ہے اُس کا نفقہ بھی صاحب حق کے ذمہ ہوتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی دائن مدیون کو قید کراتا ہے تو مدیون کا خرچہ بھی دائن سے لیا جاتا ہے۔ برخلاف عدت وفات کے کیونکہ وہاں اولاً زوجہ خود اُس کے مال کا وارث ہو جاتی ہے۔ ترکہ اور نفقہ دو دو حق دینا خلاف انصاف ہے۔ ثانیاً نفقہ اگر واجب ہوگا تو زوج کے مال میں اور اُس کا متروکہ جملہ ورثا کا حق ہے ایک کا حق دوسرے کو دلانا یہ خود قرین انصاف نہیں ثالثاً نفقہ یوماً فیوماً لازم ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ پوری عدت کا نفقہ بیکدفعہ وصول کرلے۔ تو قبل اس کے کہ زوجہ کا حق نفقہ زوج کے متروکہ سے متعلق ہو ورثا کا حق وراثت اُس کے ساتھ متعلق ہو گیا۔ اب وہ وُصول کرے تو کس سے کرے۔ اور اُس کو ملے تو کس کا حق ملے۔ رابعاً عدت وفات حق زوج نہیں بلکہ حق شرع ہے کیونکہ موت منافی استحقاق و مبطل حقوق ہے پس اس عدت کا نفقہ بھی خدائے تعالیٰ پر ہوگا نہ زوج یا اُس کے متروکہ پر کیونکہ زوج معدوم ہو گیا۔ اور متروکہ دوسروں کا حق ہے دیکھو چور دوسروں کا مال چوری کرتا ہے مگر چونکہ گورنمنٹ اپنے سیاسی حقوق میں چور کو قید کرتی ہے اس کا کھانا پینا بھی گورنمنٹ کے ذمہ ہے نہ صاحب مال کے۔ هٰذَا مَا ظَهَرَ لِی فِی هٰذَا الْمَقَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ البتہ اگر عدت طلاق کے اندر زوج کا وفات ہو جائے تو بقیہ عدت کا نفقہ زوج کے متروکہ سے دیا جائے گا۔ اور اُس کا حال مثل اور دیون کے ہے۔ مجلسی کے اس جملہ سے "بابخشیدن زوج آن را باد" معلوم ہوا کہ اگر مدت متعہ طویل ہے اور درمیان میں باہم اختلاف و رنجش پیدا ہوئی۔ تو بھی علیحدہ ہو جانا روا ہے۔ بلکہ اگر زیادتی عورت کی ہے تو مہر کو ایام متعہ پر تقسیم کرکے بقیہ دنوں کی اُجرت کم کر دینا یا واپس لے لینا بھی جائز ہے۔ فی رسالة المتعه للمجلسی۔

واگر منع کند زوجہ زوج را از تمتع گرفتن در بعضے مدت مے رسد زوج را کہ طلب کند عوض (تاوان) ایامیکہ منع کردہ اما مے رسد کہ نسبت بآن

Marfat.com

ایام از مہر کم کند"

کیوں نہیں ٹھیکہ اسی کو کہتے ہیں۔ فی الحقیقت ٹھیکہ دار اگر اندر میعاد کے ٹھیکہ چھوڑ کر بھاگ جائے تو مالک کا کیا بگڑا۔ بلکہ اگر زیادہ جمع کر دینے والا کوئی کھڑا ہو گیا۔ تو اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔

پھر فرماتے ہیں "دیکھو غیر مدخولہ اور آئسہ کے لئے عدت طلاق نہیں۔ اگرچہ منکوحہ بنکاح دائم ہو" یہ سراپا جھوٹ ہے و مخالف قرآن ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ۔ اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ آئسہ کی عدت تین مہینہ ہے اسی طرح صغیرہ اور بالغہ غیر حائضہ کی بھی عدت ہے۔ اور نفی عدت غیر مدخولہ سے بھی نقض وارد نہیں ہو سکتا جب حق سبحانہ نے مطلقہ غیر مدخولہ کو خود ہی عدت سے بری کر دیا تو اس میں طلاق کا کیا اجارہ ہے قال اللہ تعالیٰ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (سورہ احزاب)

اگر حق سبحانہ غیر مدخولہ کی تخصیص نہ فرماتا تو آیات طلاق کے رو سے اس پر بھی عدت لازم ہوتی۔ اب عدت کی علت بھی سن لیجئے۔ عدت کی ضرورت حفظ نسب کے لئے ہے۔ چونکہ علامات حمل فوراً ظاہر نہیں ہوتے اور ایک حیض کے بند ہونے میں احتمال مرض بھی ہے تو قرب علوق اول و اجازت نکاح ثانی و عدم عدت کی صورت میں خلط نسب اور احتمال نزاع بین الزوجین متیقن تھا اسلئے شریعت مطہرہ نے مدخولہ کیلئے تین مہینے کی عدت لازم کر دی کہ تین مہینے میں جب علامات حمل پورے متیقن ہو جائینگے اب اگر بعد عدت نکاح ہوا تو نہ خلط نسب کا احتمال رہا اور نہ زوج اول کو زوج ثانی کے اولاد میں نزاع کی صورت باقی رہی اور غیر مدخولہ سے نکاح ثانی

ف۱ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے فلا تاخذوا منہ شیئاً نیز ارشاد ہے وکیف تاخذونہ وقد افضیٰ بعضکم الی بعض۔ جب نفس دخول سے پورا مہر لازم آتا ہے۔ اور متعہ میں کم کر دینا روا ہے تو یہ بھی اسکی دلیل ہے کہ متعہ نکاح نہیں۔ تعجب ہے کہ متعہ کے جتنے احکام قرآن کے خلاف۔ نعوذ باللہ ۱۲ منہ

ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ آئسہ و صغیرہ یا بالغہ غیر حائضہ کی عدت طلاق تین مہینے ہیں اور شیعے یہاں بھی عدت متعہ ایک مہینہ فرماتے ہیں۔ اس سے زیادہ تحریف یا تبدیل کیا ہوگی۔ مگر اس کی قبول کو پرواہ کیا ہے جب ان کے نزدیک قرآن بیاض عثمانی و کتاب محرف ہے۔ ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ۔

Marfat.com

ہیں نہ خلط نسب کا احتمال اور نہ زوج اول کو اولاد میں نزاع کا حق پیدا ہو سکتا۔ ایسی صورت میں عورت پر عدت کا لازم کرنا اور اُس کو نکاح ثانی سے روکنا محض لغو ٹھیرتا ہے اور چونکہ عدت طلاق کے اندر زوج کا فائدہ منصور تھا۔ اسلئے عدت بھی زوج کا حق قرار دی گئی۔ اور عدت غیر مدخولہ سے زوج کا کوئی فائدہ متعلق نہیں تھا۔ اسلئے مطلقہ پر الزام عدت کا کوئی حق بھی زوج کو نہ دیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ لکم کا لفظ استحقاق و انتفاع کی دلیل بیّن ہے جیسا کہ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ میں احصار و شمار کا حق زوج طلاق کے نفع کے خیال سے زوج کو دیا گیا پس متعہ میں بعد اختتام مدت باوجود دخول عدت کا نہ ہونا حکمت شارع کے بالکل منافی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عقد متعہ مشروع ہوتا تو بعد اختتام مدت حسب تصریح سابق عدت اُس کیلئے لازمی ہوتی۔ ورنہ فسادات مذکورہ پیدا ہوتے اور افساد کی اجازت گویا من جانب اللہ بھی جانی تعالی اللہ اور ایک مہینہ چالیس روز فی الحقیقت عدت شرعی نہیں ہے۔ جو زوجہ مدخولہ کیلئے لازمی ہے بلکہ وہ بھی ایک من گھڑت بات ہے۔ نعوذ باللہ۔ اب رہا عدت وفات کا قصہ۔ اسکے متعلق رسالہ متعہ میں مجلسی لکھتے ہیں:۔

”واگر درین میان فوت شود عقد باطل شود و زوجہ را مہرے نیست و عدت نمے باید داشت“

مگر پھر تھوڑی دُور جا کر فرماتے ہیں:۔

”اما اگر زوج فوت شود خواہ دخول کردہ باشد و خواہ نکردہ باشد واجب است بر زوجہ کہ چہار ماہ و دہ روز عدت دارد اگر آزاد باشد و اگر بندہ باشد دو ماہ و پنج روز“

اب نہ معلوم یہ عبارت الحاقی ہے۔ یا خود حضرت مجلسی کو اہل سنت کے اعتراضات پیش نظر ہوئے جس سے تخلصی کی یہ صورت نکالی یا یہ کہ پہلے متعہ کا حکم بیان کیا پھر نکاح کا حکم بیان فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم مگر جب میرے ذمہ اسی قدر ہے کہ کتب شیعہ سے عدم وجوب عدت وفات کو ثابت کر دیں۔ اور بحمد اللہ ثابت کر دیا۔ تو تناقض و تہافت عبارات کو مٹانا اور عبارات مختلفہ میں تطبیق دینا ہرگز میرے ذمہ عائد نہیں ہو سکتا۔ البتہ مجلسی رسالہ فقہ میں لکھتے ہیں:۔

”واجب نیست در عقد متعہ غیر از انچہ ذکر شد از مہر و مدت ولیکن سنت است اگہ ذکر کنند کہ میراث ایشان نباشد و در النفقہ و سکنی نباشد و مرد را عزل رسد از زوزن عدت بدارد بعد از موت“

اس سے پتہ چل گیا کہ عدت وفات لازم عقد نہیں۔ بلکہ لازم شرط ہے۔ پس جن لوگوں نے عدت کو لازم کہا ہے اُن کا مقصود لزوم بے لزوم پر بنا شرط ہے۔ والا فلا۔ چنانچہ مجلسی عبارت سابقہ کے بعد لکھتے ہیں:۔

"وہر شرطیکہ جائز باشد شرعاً چوں در اصل عقد ذکر کنند لازم باشد نہ آں شرطیکہ پیش از عقد یا بعد از عقد کنند"

اور یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ کی تحریر سے عدت وفات مختلف طریقہ پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب اُس کا مدار شرط پر ہے تو جسقدر شرط ٹھہر جائے گی شرط کے مطابق لازم ہوگی اور یہ متنازع فیہ نہیں ہے۔ گفتگو تو اس میں ہے کہ عدت وفات لازم عقد متعہ ہے یا نہیں اور لازم عقد نہ ہونا بکمال وضوح ثابت ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

پھر فرماتے ہیں اور متمتعات کا عدم تحدید بھی منافی زوجیت نہیں۔ کیونکہ ملک یمین با وجودیکہ نکاح دائم کا قسیم ہے پھر بھی اُس میں تحدید نہیں پس اگر دوسرے قسیم یعنے متعہ میں تحدید نہ ہو تو کیا عجب ہے" ملک یمین کو نکاح کی قسم ٹھیرانا لعبہ طفلان اور عجب العجاب ہے کما لایخفی علی اولی الالباب۔

اب یہ جاننا چاہئے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بطلان متعہ پر تین دلیلیں پیش کی تھیں۔ ایک یہ کہ زوجین میں بنص قطعی توارث ضروری ہے۔ دوسری یہ کہ اولاد کا ثبوت نسب ضروری ہے اور نفس نفی سے انتفار نسب نہیں ہوتا۔ تیسری یہ کہ زوجہ پر عدت وفات ضروری ہے۔ اور بحمداللہ یہ تینوں باتیں بروایات شیعہ ثابت ہو گئیں اور صاحب برہان ایک برہان بھی اِس کے خلاف پیش نہیں کر سکے۔ ع

وِالفضل ما شَہِدَتْ بہ الاَعْدَاءُ

بلکہ جسقدر انہوں نے باتیں بنائیں ایک بھی نہ بنی۔ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ثُبُوْتِ الحق وبطلان الباطل۔

تنبیہ

اگر طرفین کی روایات سے قطع نظر کیا جائے اور فقط کتاب اللہ[۱] پر متعہ کا فیصلہ

---

۱ مگر علمائے شیعہ کو مخالفت قرآن کی پرواہی کیا ہے۔ یہ تو مفتریات روافض پر ایمان لائے بیٹھے ہیں۔ یا ان کے لئے وہ مصاحف جو ائمہ پر نازل ہوئے۔ کافی ہیں۔ صاحب عزت حیدریہ بکمال افتخار یا بکمال بے شرمی جلد دوم میں فرماتے ہیں:۔ "عقل عاقل شاہد است" ملاقی حاشیہ آیندہ صفحہ پر

رکھا جائے۔ تو تمام دنیا کے شیعہ بھی اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ کوئی علمائے شیعہ سے استفتا کر دیکھے۔

(۸)

ترویج مذہب کیلئے ایک متعہ ہی کچھ کم نہ تھا۔ جاہلوں اور شہوت پرستوں کے پھانسنے کو بھی کافی وافی تھا۔ مگر مذہب کے دلدادہ فقط اسی پر اپنی ہمت مردانہ کا خاتمہ کیوں کرنے لگے۔ علامہ حلی مختصر النافع میں لکھتے ہیں:۔ واذا خطب المومن القادر علی النفقة وجب اجابته وان کان اخفض نسبا وان منعه الولی کان عاصیا۔ یعنے اگر کوئی کمذات شیعہ بھی بشرطیکہ وہ کھانے پینے سے خوشحال ہو کسی عالی خاندان شریف النسب شیعہ کی بیٹی سے پیغام کرے تو اُس کو قبول کرنا واجب ہے۔ اور اگر ولی کچھ روک ٹوک کرے تو گنہگار۔

صاحبو۔ کیا اب بھی شیعہ بننے میں کوئی عذر ہے۔ تم خواہ کیسے ہی کمذات اور کمینہ ہو گے مگر دخول فی المتشیعین کے ساتھ ہی سیادت کی پگڑی تمہارے سر بند ہجائے گی۔ مگر افسوس مخصوص کی یہاں بھی گذر نہیں۔ کاش مجتہدین عصر اس قید کو اُٹھا کر امر مطیق کی توسیع فرماتے۔ پھر اشاعت مذہب کا بہار دیکھتے۔ رزاق تو حق تعالیٰ شانہٗ ہے مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ پھر یہ روک ٹوک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳) برآنکہ جماعتے کہ اصول و فروع خود را مقصور بر اوامر ثقلین داشتہ باشند و اکتفا بر احد ہما ولو کان کتاب اللہ جائز نہ پنداشتہ اقوال عترت را مثل اقوال پیغمبر واجب الاتباع عہدہ دانستہ باشند و بعصمت شان از صغائر و کبائر آثام قائل و نفی اجتہاد مابرائے از انبیا و اوصیا معترف باشند چگونہ بہ تشبیہی النفس مشاقت خدا و رسول ہے توانند نمود۔ وجادہ مخالفت ائمہ معصومین توانند پیمود کاس عبارت سے عقائد شیعہ کی شناعت ہویدا ہوتی ہے۔ اہل ایمان پر مخفی نہیں۔ اتباع رسول کا تو ان کے یہاں نام ہی نہیں۔ نہ اتباع رسول کی ان کو ضرورت فقط قرآن پر بھی ان کو عمل جائز نہیں جب تک ائمہ معصومین کسی حکم قرآنی کے ساتھ ہاں میں ہاں نہ ملائیں۔ پھر ایسے لوگوں کو جنہیں قرآن و رسول کی پیروی جائز یا ضرور نہیں۔ ان کو اسلام اور ایمان سے کیا بہرہ ہو سکتا ہے۔ نعوذ باللہ من ہذہ العقیدة الشیعہ گویا قرآن مجید ائمہ ایک درجہ میں ہیں۔ اور ائمہ محکوم قرآن نہیں۔ نہ ان پر اتباع قرآن لازم اگر واقعی ائمہ شیعہ ایسے ہی تھے کہ نہ قرآن کی سنیں نہ رسول کی مانیں تو اہل عقل کے نزدیک اُن کی اور اُن کے اتباع کے خارج از اسلام ہونے میں کیا تعجب ہو سکتا ہے۔ ذرا سوچو تو سہی۔ ۱۲ ولایت حسین عفی اللہ لہٗ۔

لہ چنانچہ صاحب ضربت حیدریہ ج ۲ صفحہ ۱۷۲ کے حاشیہ میں شعلۂ ظفریہ سے نقل کرتے ہیں۔ اگر احدے از مخالفین درخواست متعہ باز نا نیکہ آنہا را متعہ کردن مکروہ نیست خواہند کرد آنہا ہمیں جواب خواہند گفت کہ نکاح متعہ نساء عارفات و مومنات با مخالفین و نواصب بنا بر حکم اکثر علمائے مذہب ما جائز نیست اگر تو رغبت نکاح یا متعہ با زن مومنہ داری اول اظہار تبرا و بیزاری از اصحاب ثلثہ و فقہائے اربعہ و امثال و اقران

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

گیسا۔ مقتضائے انصاف بھی یہی ہے کہ جب ایمان کے مقابلہ میں ذات کی پروا نہ ہوئی تو بہات کی بھی نہ ہونی چاہئے۔ مگر بات یہ ہے کہ ع بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند ۔

تنبیہ

شاید اسی مسئلہ کی وجہ سے جناب امیر نے حضرت عمر کے ساتھ ام کلثوم سے انکار نہیں فرمایا۔ مگر اس دلیل سے بھی حضرت فاروق کا کامل الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے

(۹)

اور لیجئے۔ مروجین مذہب نے اس پر بھی بس نہیں کیا۔ اور دین فروش شہوت پرستوں کے پھانسنے کیلئے جب اسکو بھی کافی نہ سمجھا تو لواطت بزوجہ کا مسئلہ نکالا۔ اور اسکو جائز بتایا۔ اور ائمہ ہدیٰ کے اقوال و افعال و نصوص قطعیہ سے اُسکو مبرہن یا کلوخ زرد آلود کیطرح مزین فرمایا۔ منہج الصادقین میں ہے:۔

اکثر علمائے امامیہ بر آنند کہ ایں آیت دلالت است بر جواز وطی در دبر اما بر سبیل کراہت و مخالفین آن را منع کردہ اند انتہیٰ (قبقاب)

حفص بن سوقہ کی روایت ہے۔ سَاَلْتُ اباعبد اللّٰہ عن الرجل یاتی المرٔۃ فی دُبرھا قال لاباس بہ۔ (قبقاب۔ نقلاً عن الاستبصار وغیرہ)

گرچہ اسکی حلت کی روایات کتب امامیہ میں بہت ہیں مگر ایسی پلیدی کا کہاں تک تذکرہ کیا جائے۔ اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ۔ مگر کچھ اور سن لیجئے:۔

ارشاد حلی میں ہے والوطی فی الدبر کالوطی فی القبل فی جمیع الاحکام حتی فی تعلق النسب۔ لیجئے لواطت سے ثبوت نسب عجیب بات ہے۔ علمائے تشریح اعضا سے سخت غلطی ہوئی کہ رحم کے دُبری منفذ کو بیان نہیں کیا۔ شاید حکمائے یورپ شیعوں کے کمال ممنون ہونگے۔ کہ ان کے فیضان سے علم تشریح کا ایک نہایت ضروری نقص مرتفع ہو گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴) و اتباع و احزاب ایشاں بروئے کار آری۔ بعد ازاں البتہ مطلب تو بحصول خواہد پیوست ؎ آخر دُعاۃ شیعہ اپنے مقصود دلی کو پنہاں نہ رکھ سکے۔ اور اس کا اظہار کر ہی بیٹھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ ہونے کیلئے شیعوں کے اصول خمسہ کو تسلیم کرنا بھی ضروری نہیں۔ نفس تبرا بازی ہی مذہب شیعہ کا اصل الاصول ہے۔ جو شخص جس درجہ کا تبرائی ہو گا اسی درجہ کا کامل المذہب سمجھا جائیگا ان کی ساری دیانت و شرافت تبرا کے نذر ہے ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

Marfat.com

اور سنو طوسی فرماتے ہیں ھٰذا العمل من سنن الائمۃ (ذوالفقار علی) بعض فقہائے شیعہ کی تحریر سے جو کراہت وطی فی الدبر مفہوم ہوتی تھی اس روایت نے کراہت کا دھبہ بھی مٹا دیا۔ اور اس اخبث الاعمال کا استحباب بھی ثابت کر دیا۔ اور شیعان وائمہ شیعان کی طہارت نفسی اور پاک طینتی ولطیف الطبعی کا راز بھی فاش ہو گیا۔ گرچہ اس پلید عمل کو ہماری گورنمنٹ نے سخت جرم قرار دیا ہے مگر اصول آزادی مذہب کی بنا پر امید نہیں کہ شیعے اس سے احتراز کریں۔ مگر جس طرح ہماری گورنمنٹ نے ستی وغیرہ ایسے ظالمانہ رسوم کا انسداد کیا ہے اس پر لازم ہے کہ غریب شیعی عورتوں پر بھی نظر توجہ ورحم فرمائے اور اُن کو اس صریح خلاف فطرت ظلم سے نجات دلانے میں اپنی عطوفت وسیاست خسروانہ کو کام میں لائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس قسم کے مخترعات رواۃ وعلمائے امامیہ کی کمال دور بینی ومآل اندیشی پر مبنی ہیں کیونکہ آدمی مختلف الطبائع ہوتے ہیں۔ کوئی نظیف ہے کوئی کثیف۔ کوئی نفیس ہے کوئی خسیس۔ کوئی نفاست کا شیدا کوئی خباثت پر فدا۔ تو فقط اصول متعارفہ کی صورت میں اشاعت مذہب شیعہ کا کام ناتمام رہتا تھا اور جب تک ہر یک خیال والے کی دلچسپی وتالیف کی صورت پیدا نہ ہو سب کا دام تشیع میں آنا محال۔ مگر جب اس مسئلہ نے قانون شہوت پرستی کو مکمل کر دیا پھر تو کسی کو دخول فی الامامیہ سے کیوں احتراز ہونے لگا۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔

(۱۰)

بندہ کہتا ہے۔ صانہ اللہ عما لا یرضاہ کہ بہت تعجب کا مقام ہے کہ مومنین ومومنات تو متعہ کے طفیل اعلیٰ مراتب کو پہنچ جائیں اور ائمہ ثلثہ اپنی ترقی مدارج کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ اور ان کو اتنی توفیق نہ ہو کہ دو تین متعہ کر کے اپنے کو ترقی کے بالاترین زینہ یعنے سید الاولین والآخرین کے درجہ تک پہونچائیں۔ حضرت امام مظلوم کو امام مسموم کے درجہ تک پہنچنے کیلئے تو ایک ہی متعہ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ اول متعہ جس سے امام مظلوم کا درجہ حاصل ہوتا ہے اس درجہ کیلئے تو آپ کو متعہ کی ضرورت ہی نہیں تھی وہ بلا اس کے حاصل تھا۔ اسی طرح اور باقی دو حضرات کو خیال کر لیجیے۔ غرض اسی روایت سے ثابت ہو گیا کہ ان ائمہ ثلثہ نے ہرگز متعہ نہیں کیا ورنہ بصورت متعہ سب کے سب اسی ایک درجہ میں ہوتے جس سے مافوق متصور نہیں۔ اور جب ان ائمہ ہدیٰ کا باوجودیکہ وہ احرص علی العبادت تھے۔ متعہ سے محترز رہنا ثابت ہو گیا تو اسی

ان روایات جواز اور فضائل متعہ کا ایجاد دجاجلہ ہونا بھی اہل فہم پر بخوبی ہویدا ہوگیا
ھٰذا ما ظہرلی۔

تنبیہ

متعہ اور متعہ کرنے والوں کی خوبیاں تو ناظرین پر بخوبی واضح ہوگئیں اب اولاد متعہ کی تعریف بھی سن لیجئے۔ صاحب منتہی الکلام علیہ الرحمۃ چند اشعار مصنفہ بعض شیعان والاتبار نقل کرتے ہیں ؎

ہم نسل تمتع است محشور ؛ از بہر جہاد و خدمت نور
آن جمع کہ نسل متعہ باشند ؛ باید کہ عدو ز ہم بپاشند

نور سے غالباً امام مہدی مراد ہیں۔ مگر کیا اس تیرہ سو کی مدت میں بھی متاعی پہلوانوں کی اتنی جماعت نہیں ہوئی ہے کہ جنکے بھروسہ پر امام غائب غار سرمن رائے سے سر نکالیں اور اپنے مخالفین کا مقابلہ فرمائیں۔

نمبر ۴

گرچہ تقیہ کا مسئلہ بھی محض بیہودہ و خلاف عقل و نقل ہے۔ اور صاحب ظلمت کفر کے ہذیانات محض بے بنیاد ہیں مگر اظہار حق کیلئے کچھ عرض کردینا ضروری ہے۔ نہج البلاغہ جو عند الروافض بمنزلہ وحی آسمانی بلکہ اصح از کلام ربانی ہے اُس کے اُس خطبہ میں جس کا عنوان یہ ہے ومن کتاب لہ فی بیعۃ عثمان جناب امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں لقد علمتم انی احق بھا من غیری واللّٰہ لاسلمن ماسلمت امور المسلمین ولم یکن فیھا الا علیّ خاصّۃ۔ یعنے تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم دوسروں (عثمانؓ) کی نسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے (اس پر بھی تم نے ہمیں خلیفہ نہ بنایا بااینہمہ) خدا کی قسم ہم اس خلافت کو اُسی وقت تک تسلیم کرتے رہینگے جب تک اور مسلمانوں کے حقوق محفوظ رہیں۔ اور لوگوں پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ خواہ ہم پر کچھ ہی بنے۔

اس قول پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں ایک یہ کہ صدر کلام سے فوت امارت پر حسرت ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ آپ کا زہد فی الدنیا مشہور ہے۔ دوسرا یہ کہ جب خوف فتنہ کے ساتھ تسلیم خلافت مفید تھی پھر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیوں جنگ وجدال کی نوبت آئی اور اُن کی خلافت کو خلافت خلفاء ثلثہ کی

Marfat.com

طرح کیوں نہ تسلیم کر لیا۔

ان دونوں شبہے کا جواب ابن میثم بحرانی مصباح السالکین میں یوں دیتے ہیں۔ الجواب عن الاول ان منصب رسول اللہ علیہ والہ وسلم لیس منصباً دنیاویاوان کان متعلقا باصلاح احوال الدنیا لکن لا لکونہا دنیاویا بل لانہا مضمار الآخرۃ ومزرعہا وعن الثانی ان الفرق بین الخلفاء الثلثۃ وبین معاویہ فی اقامۃ حدود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر۔ (ہدایات الرشید)

بحرانی کی تحقیق سے بخوبی واضح ہو گیا کہ خلافت ثلثہ کو جناب امیر نے از راہ تقیہ نہیں تسلیم کیا تھا اور یہ کہ نہ آپ کو وقت ظہور جور و تعدی، صدور خلاف شرع محمدی تقیہ روا جیسا کہ حضرت معاویہ وغیرہ کے مقابلہ میں کہ فی الحقیقت آپ حق بجانب تھے سکوت کو روا نہ رکھا۔ مقاتلہ کی نوبت آئی۔ ہزاروں جانیں طرفین کی تلف ہوئیں۔

اور لیجئے۔ کشف الغمہ میں ہے:۔

"روزے عمر بن الخطاب در اثنائے خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر شمارا از معلومات دینیہ و معتقدات یقینیہ و احکام شریعت محمدیہ صرف نمایم و گویم کہ از معتقدات برگردید در رجوع نمائید بقواعد کہ در زمان جاہلیت بود شما با من چہ خواہند کرد آیا تابع من دران خواہید شد یا مخالف من۔ مردمان ہمہ خاموش شدند و ہیچ کس جواب نگفت عمر دیگر بار ہمین سخن را اعادہ کرد از ہیچ کس جوابے نشنید پس دیگر بار ہمیں معاملہ اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہرگاہ از تو ایں حالت مشاہدہ گردد و ترا از دین مصطفے منحرف یا بیم نائب دیگر طلب کنیم واگر توبہ کنی توبہ ترا قبول نکنیم واگر نہ کنی ترا گردن زنیم عمر چوں ایں سخن از شاہ اولیا رشنید گفت در دین ما مردان ہستند کہ اگر منحرف شویم ما را بطریق مستقیم مقیم و ثابت دارند انتہی بلفظہ"

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:۔

(۱) جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو بوقت شیوع احکام غیر شرعیہ و صدور افعال نا مرضیہ خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کو تسلیم کرنا اور از راہ تقیہ ساکت رہنا جائز نہیں تھا اور نہ آپ کی شجاعت حیدری و شوکت اسد اللہی و غیرت اسلامی کبھی متقاضی ہوتی کہ کسی بے دین یا مخرب دین کے خوف سے دین کی بربادی پر صبر و تحمل سے کام لیتے۔ اور

شریعت حقہ کو چھوڑ کر بیدینوں کی متابعت فرماتے۔

(۲) خلفاء ثلثہ نے نہ کوئی کام خلاف شرع کیا اور نہ اُن کی خلافت حقہ میں دین کو کوئی نقصان پونہچا۔

(۳) نائب دیگر ظلب کنیم سے معلوم ہوا کہ نہ آپ منصوص من اللہ تھے اور نہ تخلیف کیلئے نص کی ضرورت۔ ورنہ بغیر نص آپ کسی دوسرے کو کیسے خلیفہ بناتے۔ اور عزل خلیفہ کو مخالفت شرع پر کیوں موقوف رکھتے جس طرح آئندہ کی تغیر دین پر گردن زدنی کو طیار ہوئے کیوں نہیں ابوبکر و عمر کے خلیفہ ہونے کے وقت ہی اُن کی گردن مارنے کو طیار ہو گئے۔ اور کیوں نہ فرمایا کہ تم لوگ خلاف نص خداوندی خلیفہ ہوتے گئے ہو فوراً دعویٰ خلافت سے کنارہ کش ہو جاؤ ورنہ ابھی تمہاری گردن مارتا ہوں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی خلافت کو تسلیم نہ کرنا دین مصطفوی سے انحراف نہیں ہے اور نہ رد امامت کفر ہے۔ کما زعم الامامیہ۔

(۴) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کمال حق پسند تھے اور آپنے امر حق سے کبھی تجاوز نہ فرمایا۔ اور نہ آپ کو حق بات کے تسلیم کرنے میں خواہ کوئی کیسی ہی سختی سے کہے کبھی کوئی عذر ہوتا تھا۔

(۵) جناب امیر کبھی حق گوئی سے باز نہ آتے تھے اور اظہار حق میں کسی کا خوف ہرگز آپکو مانع نہ ہوتا تھا۔ کیا جناب امیر کی اس صاف گوئی اور سخت کلامی پر بھی تقیہ کی گنجایش رہیگی۔ ان فوائد خمسہ کو جو ہمعدد آل عبا ہیں حضرات شیعہ بنظر انصاف و تدین دیکھیں اور ہفوات ابن سبا و مخترعات زنادقہ کے پیچھے ارکان دین متین و جان نثاران سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت کو اپنے لئے زاد آخرت نہ بناویں تقیہ کی آڑ میں اہلبیت اطہار کی بے آبروئی کرنا اور اصحاب کبار کو دشمن اہل بیت ٹھیرانا کمال نادانی اور وسوسہ شیطانی بلکہ محض بے ایمانی ہے۔ اعاذھم اللہ عما لایلیق بشانھم ورزقنا محبتھم وجعلنا محشوراً بھم بمنہ وکرمہ اٰمین۔

اور صاحب ظلمت کفر نے جو اس اعتراض کے جواب میں "کہ اگر خلافت خلفاء ثلثہ ناحق تھی اور اُس سے دین کو بہت کچھ نقصان پونہچا تو پھر جناب امیر کیوں ساکت رہے[۱]

[۱] بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کیوں خلفاء ثلثہ کے شریک حال ہو گئے اور اُن مظالم کو حق۔ اور جلوت و خلوت میں ان کی مدح و ثنا فرمانے لگے۔ جنکو شیعے تقیہ پر محمول کر کے اکاذیب و جاجلہ کو مذمت خلفاء میں پیش کیا کرتے ہیں۔ کیا اسی کو سکوت کہتے ہیں۔ کیا اس پر شراب نوشی میں شرکت کی مثال صادق نہیں آتی۔ [illegible]

اور جب تقیہ جائز تھا[۱] تو پھر امام الشہدا رضی اللہ عنہم نے کیوں اپنے کو مع اعزہ واقارب معرض ہلاکت میں ڈالا اور از راہ تقیہ یزید پلید کی بیعت کرکے کیوں نہیں سب کو ہلاکت سے بچایا" جو کچھ صفحہ ۸۰ سے تا صفحہ ۸۷ ہرزہ سرائی کی ہے اور اُس غریب پر اس تفرقہ کے اثبات میں جو مصیبت آئی ہے اور جیسی بدحواسی چھائی ہے وہ اُس کے پورے کلام کے دیکھنے پر موقوف ہے اور جنکو وہ خود نا واجب التسلیم تسلیم کرتا ہے اُن کے جواب کی ہمیں بھی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہم اس جگہ فقط اُس کے آخری جواب کو جو اسکا مایہ فخر وناز ہے نقل کرتے ہیں صفحہ ۸۵ میں لکھتا ہے۔

"اسقدر اعتقادی باتیں ہیں مانو نہ مانو تمہارے سوال کا جواب ابھی باقی ہے یعنی حضرت علی علیہ السلام نے کیوں سکوت فرمایا اور کیوں نہ لڑے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کیوں شہید ہوئے۔ اس کے جواب میں میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک شخص تمہارے سامنے آکر شراب پئے اور دوسرا شخص زبردستی تم کو شراب پلاوے تو ظاہر ہے کہ نفرت تو تم کو دونوں سے ہوگی مگر کہو کہ اپنی طاقت جسمانی کا انتہائی استعمال کس میں کروگے شخص اول کے شراب نہ پینے میں یا اپنی شراب پینے سے بچنے میں۔

محی الدین۔ یہ بھی کوئی بات پوچھنے کی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ مر جائینگے مگر شراب حلق کے اندر جانے نہ دیں گے[۲]۔ اور شخص اول کو پہلے سمجھاویں گے۔ اگر نہ مانے گا تو نکال دینے کی کوشش کریں گے۔ اگر اسمیں بھی کامیاب نہ ہوں گے سکوت کرینگے۔

علی رضا۔ کیوں اس حالت میں جان ندوگے۔

محی الدین۔ اسلئے کہ وہ شراب پیتا ہے اپنے لئے۔ ہم کو کیا اُسکے شراب پینے سے ہم پر کچھ الزام نہیں لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔

علی رضا۔ ماشاء اللہ بہت خوب۔ اب غور کرو کہ اس ناجائز الیکشن میں حضرت علی شریک نہ تھے[۳]۔ اس لئے جو کچھ ظلم کہ بذریعہ اس ناجائز الیکشن کے ہوا یا ہوتا گیا

---

[۱] تقیہ حاشیہ ا حتی کہ اپنے زمانہ خلافت میں رد فدک نہ فرمایا اور بدستور خلفاء ثلاثہ عامل رہے ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔
بطور شیعہ جائز نہیں بلکہ واجب کہنا چاہیئے۔ ۱۲ منہ

[۲] یہ سب خلاف اصول باتیں ہیں ورنہ آئندہ صراط النجاۃ کی عبارت سے معلوم ہوگا کہ ایسے وقت میں شراب پینا بھی موجب اجر و ثواب ہے ۱۲ منہ۔

[۳] بموجب روایات شیعہ ان تینوں میں سے ایک کام بھی جناب مرتضوی نے نہیں بلکہ تیسرا درجہ جو ضعف الایمان کے لئے بموجب حدیث نبوی مخصوص تھا اسکو بھی آپ نے انجام نہیں دیا۔ کیونکہ سکوت کے یہ معنے ہیں کہ اس فعل بد میں شریک نہ ہو حالانکہ آپ خلفاء ثلثہ کے افعال واعمال میں شریک مساوی رہے ۱۲ منہ

Marfat.com

اور جتنے امور خلاف شریعت ہوئے اُس کے حضرت علی کسی طرح جواب دہ نہیں ہیں لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی٥ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایسی حالت نہیں تھی اسلئے کہ جب یزید تخت پر بیٹھا تو اُس نے ہر طرح کے منہیات جاری کر دیئے اور ہر قسم کی منہیات اور عیاشی ناگفتہ بہ کا مرتکب ہوا دکیا لف حریر۔ لواطت بزوجہ۔ عاریت فروج سے بھی زیادہ) حرام کو حلال کرنا اور حلال کو حرام کرنا اُسکے نزدیک کھیل ہو گیا۔ اسپر بھی اپنے کو امیر المومنین مشہور کیا۔

خیر یہاں تک جو کچھ وہ مردود کرتا تھا اپنے لئے لیکن غضب تو یہ کیا کہ امام حسین علیہ السلام سے بیعت لینے کی خواہش ظاہر کی۔ امام حسین ایسے غیور کب اُس فاسق و فاجر کی بیعت کرانے والے تھے۔ صاف انکار کیا۔ جب ولید بن عتبہ نے زیادہ تشدد کیا دلائے قول تب مجبوراً آپ لڑ مرے اور شہید ہوئے۔ کیونکہ بغیر بیعت کے جان کا بچنا محال تھا۔ اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر امام حسین لڑ نہ مرتے اور یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا اُس مردود کو بلکہ ساری دنیا کو سند نہ ملجاتی۔ کیا اُس حالت میں یزید موچھوں پر تاؤ دے کر پوکار کر نہ کہتا کہ مجھکو کون بُرا کہہ سکتا ہے۔ رسول اللہ کا پیارا متقی ابرار نواسہ میرا مرید ہے۔ کیا ایسے ننگ کے مقابلہ میں امام حسین سے غیور آدمی کو اپنی جان کوئی چیز معلوم ہوتی ہوگی۔ کیا امام حسین کسی کے زبردستی سے یزید کی بیعت کرنے کو تمہاری کسی کی زبردستی شراب پلانے کے مقابلہ میں کم سمجھتے تھے۔ بس آپ تم ہی کہو کہ سکوت کرنا حضرت علی علیہ السلام کا اور سر دینا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اپنے اپنے موقع پر صحیح تھا یا نہیں۔

ف۷ اگر یہ آیت اُن پر صادق نہیں آتی تو کُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ تو صادق ہے۔ کیا مظالم خلفائے ثلثہ کو جو آپ نے برتا اور اُن کے دستور العمل پر عمل کیا۔ اُن کا وبال بھی آپ پر ہو گا۔ کیا آپ نے خلفاء کی موافقت و متابعت کر کے اُن کے ناجائز افعال کی توثیق نہیں کر دی۔ کیا امت کے لئے آپ کے یہ منافقانہ افعال قابل تقلید نہیں ہو گئے۔ کیا آپ کے افعال و اقوال سے اہل سنت حقیقت خلافت خلفاء ثلثہ پر استدلال کرتے نہیں چلے آئے۔ اب بھی تضلیل امت کا وبال آپ پر نہ ہو گا جس طرح آپ حضرت معاویہ وغیرہ کا مقابلہ کر کے اظہار حق کر گئے اور اہل سنت بھی سمجھ گئے کہ آپ حق بجانب تھے۔ اگر آپ خلفاء کا مقابلہ بھی فرماتے اور اظہار حق کر دیتے تو اہل سنت کیوں نہیں آپ کو امام بلا فصل تسلیم کر لیتے اور آپ کو حق بجانب سمجھتے۔ بس اگر آپ نے خلفاء کے مقابلہ میں حق پوشی کی جس سے دوسروں کو آپ کے امام بلا فصل نہ ہونے کی سند ملگئی۔ تو بتلاؤ اس گمراہی کا وبال کس کے سر ہو گا۔ اور اس میں دوسروں کا کون قصور ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

Marfat.com

فاقول وبہ احول وبہ اصول

کہ اولاً یہ تفرقہ اس پر مبنی ہے کہ جناب امیر نے خلافت صدیقی کو تسلیم نہیں کیا۔ اور صدیق اکبر کی بیعت نہیں کی حالانکہ یہ مسلمات امامیہ کے بالکل خلاف ہے۔ ہم پہلے بتصریحات باقر مجلسی وغیرہ ثابت کر چکے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت فاروق وغیرہم دشمنان جناب امیر کے گلوے مبارک میں رسی ڈال کر کھینچتے گھسیٹتے ہوئے خدمت صدیقی میں لیگئے اور بیعت کرا چھوڑی۔ کہو۔ یہاں غیرت حیدری کہاں جاتی رہی تھی۔ کہ منافق یا فاسط کی باختلاف الرفضۃ بیعت کر لی۔ جس کی وجہ سے ہزاروں خرابیاں دین میں پیدا ہو گئیں۔ امامت چھن گئی۔ حقوق فاطمی غصب ہو گئے۔ دشمنان جناب سیدہ کی پسلیاں توڑی گئیں۔ گھر جلایا گیا۔ مگر غیرت کراری و شجاعت حیدری نے ذرا ابال نہ کھایا۔ اسی منافقانہ بیعت کا یہ اثر ہے کہ کروڑوں مسلمان حقیت خلافت صدیقی کے برابر قائل اور امامت منصلہ مرتضوی کے منکر اور بوجہ انکار امامت کافر ہوتے چلے آتے ہیں۔ نعوذ باللہ من خرافات الزنادقہ۔

اب ذرا اپنے خاتم المحدثین مجلسی کا حق الیقین (لعنت برین یقین) ملاحظہ فرمائیں۔

پس قنفذ بے حیا و اصحابش بدون رخصت ہجوم آوردند و شمشیر را از دست حضرت بگرفتند و ریسمانے در گلوے مبارک حق جوئے آں مطیع امر الٰہی انداختند و کشیدند کہ از خانہ بیروں آورند۔ چوں حضرت را بدر خانہ رسانیدند حضرت فاطمہ نزدیک در آمد و مانع شد قنفذ ظالم در را بعنف کشود و بر پہلوے فاطمہ زد کہ یک ند از دندہائے پہلوے مبارکش شکست و فرزندے کہ حضرت رسول او را در شکم محسن نام کردہ بود سقوط شد و باز مبالغت فرمود تا تازیانہ بر بازویش زد کہ استخوان شکست و ہمیں ضربتہا شہید شد پس حضرت امیر را باآں حال بیروں کشیدند تا بنزد ابوبکر آوردند پس عمر گفت اے پسر ابو طالب برخیز و بیعت کن حضرت گفت اگر نکنم عمر گفت گردنت را مے زنم حضرت سہ مرتبہ ایں سخن را گفت و ایں جواب را شنید تا حجت را برایشان تمام کرد پس عمر دست را بلند کرد بے آنکہ حضرت دست بکشاید ابوبکر دست خود را دراز کرد و بر روے دست حضرت

لہ یہ بالکل خلاف عقل و مجلسی وغیرہ کا طبع زاد ہے اگر جناب امیر کو مخالفین سے (باقی برصفحہ آئندہ) ۶۳

گذاشت انتہیٰ مختصراً۔

کہو تو کیا خلافت فاجرہ کے غنایم و سبایا محرمہ میں بھی تصرف اتمام حجت ہی کے لئے فرماتے تھے۔ خلافت صدیقی میں حضرت حنفیہ جناب امیر کو ملیں۔ اور خلافت فاروقی کے طفیل حضرت شہربانو غمگسار امام حسین بنیں۔ کیا اسکو سکوت کہیں گے یا اتمام حجت حالانکہ بقاعدہ امامیہ غنایم و سبایا کا لینا آپ کو حرام تھا۔

اور سنو۔ کہ آپ کے سکوت و تقیہ نے یہ آفت برپا کی کہ قرآن شریف جلایا گیا۔ کلام اللہ میں تحریف ہوئی۔ اور آپ کی حمیت دینی میں ذرا حرکت نہ ہوئی۔ اس پر طرفہ یہ کہ اپنا جمع کردہ غیر محرف قرآن بھی چھپا بیٹھے اور تہدید خداوندی اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ کو بالکل پس پشت ڈال دیا اور مستحق لعنت بنے[ا] اور ایسا دبکایا کہ جب کبھی امام غایب کا ظہور ہوگا اور سرداب سُرّمن رائے سے سر نکالینگے تب کہیں شیعان پاک کو اصلی قرآن کی زیارت نصیب ہوگی ولنعم ما قیل ؎

ما آن للسرداب ان یلد الذی | کلمتموہ بجہلکم ما انا
فعلی عقولکم العفاء فانکم | ثلثتم العنقاء والغیلانا

اتنی مدت دراز کے اندر کروڑوں مسلمان محرف قرآن کی بدولت گمراہ ہوئے اور جناب امیر کی طرف سے اُنہیں سند ضلالت ملی اور سب سے عجیب تر یہ ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲) کسی قسم کا خوف تھا تو اولاً اگر نظم کہنے کا کوئی موقع نہیں تھا اور نہ باوجود حضرت عمر کے ہاتھ پکڑ کر اُٹھانے کے مٹھی بند کئے رہنے کی کوئی وجہ۔ اور اگر خوف نہیں تھا تو پھر تقیہ بے معنی ہے۔ غرض بصورت تقیہ مٹھی بند کئے رہنا بالکل خلاف عقل بات ہے ۱۲ منہ عفرلہٗ۔

[ا] اپنی طرف سے کیا کہیں میرے نزدیک حضور مرتضوی اور آپ کی اولاد امجاد کی شان اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے کہ ان الذین یکتمون الخ کا مصداق آپ کو کہا جائے مگر علماء و رواۃ شیعہ کب اس سے چوکنے والے ہیں بحار الانوار جلد اول صفحہ ۳۹۱ میں یہ روایات ہیں عن ابی عبداللہ علیہ السلام ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ فی علی علیہ السلام۔ عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول اللہ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب یعنے بذلک نحن واللہ المستعان اب حضرت ابوجعفر کی داد فریاد کچھ بے سود ہے آپ اور آپ کے جدا علیٰ نے کیوں کتاب اللہ کو چھپایا۔ کما صرح بہ المجلسی فی حق الیقین وغیرہ فی غیرہ کہ یلعنہم اللہ کے مورد بنے اعاذھم اللہ من ذلک۔ اور شیعو اگر اس کو خیال کرو کہ جب یہ لعنت ہدایات و بینات قرآنی کے اخفا پر ہے تو نفس کتاب اللہ کے چھپا ڈالنے کا وبال کتنا عظیم ہوگا۔

کہ خود بھی جناب امیراسی غلط قرآن کو نمازوں میں پڑھتے اور اُسی کی تلاوت کرتے اور دوسروں کو اسی کی ہدایت فرماتے رہے اور ائمہ مابعد نے بھی آپ ہی کی اقتدا کی

انصاف سے کہو۔ یزید کی تحریم حلال و تحلیل حرام سے بھی کچھ کم ہے جب کلام مجید ہی کتب محرفہ میں شامل ہوگیا۔ پھر اور خرابیوں کا کیا تذکرہ پس جتنی خرابیاں امام مظلوم کے سکوت میں متصور تھیں۔ ان سے سیکڑوں درجہ زاید سکوت مرتضوی سے پیدا ہوئیں۔ بلکہ آپ کے تقیہ کو ام الفاسد کہا جائے تو نہایت بجا ہے۔ اگر حضرت حیدر کرار غیر فرار جبن و تقیہ سے کام نہ لیتے اور تھوڑی شجاعت حیدری کو راہ دیتے تو کیا مجال تھی کہ کسی کی کوئی دال گلتی۔ نہ ابوبکر خلیفہ رہتے نہ حضرت عمرؓ کو جانشین کرتے۔ نہ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ تک خلافت پہنچتی نہ معاذ اللہ یہ کوزور ہوتا۔ اور نہ ان کے بعد یزید پلید دعوئے خلافت کرتا۔ نہ حضرت سید الشہداء سے بیعت کی خواہش کی جاتی نہ آخر کار واقعہ کربلا کی نوبت آتی چنانچہ صاحب ظلمت کفر بھی درباب مطاعن عثمانی حضرت ذی النورین کو مظالم یزیدی کا ذمہ وار ٹھہرا آیا ہے۔

بتامل دیکھو اور غور کرو کیا جناب امیر کے تقیہ کی بدولت یہ مفاسد پیدا نہ ہوئے اور کیا آپ عند اللہ و عند العقلا اس تقیہ میں معذور سمجھے جا سکتے ہیں۔ اور کیا شرعاً و عقلاً ایسے شخص سے جس کی تھوڑی لاپرواہی اور سکوت سے سارا دین درہم برہم ہوجائے مواخذہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر حضرت معترض اور اس کے ہم مشرب فقط غیرت اور حمیت کو مابہ الفرق ٹھہرائیں تو خیر کچھ بات بنتی ہے۔ اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ امام مظلوم باغیرت و غیور تھے۔ اُن کی غیرت و حمیت دینی کا تقاضا نہ ہوا کہ وہ یزید ایسے پلید کی بیعت کریں اور جناب امیر نے معاذ اللہ دینی و دنیوی دونو غیرتوں کو طاق پر رکھ دیا اور ننگ و ناموس تک کا خیال نہ کیا معاذ اللہ حسب خرافات شیعہ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ حضرت عمرؓ غصباً ام کلثوم بنت مرتضوی کو بیاہ لائیں اور جناب سیدہ کی وہ گت بنائیں اور آپ کے عرق حمیت میں ذرا برابر جوش نہ آئے۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں سید الشہدا ایسے غیور نے بھی غیرت نہ فرمائی اور مومنہ کو ناصبی کے گھر جانے دیا۔

حالانکہ برہان المتعہ کے حاشیہ میں ارشاد دہلی سے ایک حدیث کا ترجمہ کیا ہے:۔

از جناب رسول اللہ مرویست ہر زنیکہ راضی شود بنکاح فاسق یعنی گنہگار را آن منافق است و در جہنم محبوس مے ماند و بعد مردن در قبر او ہفتاد در عذاب برائے آن زن کشادہ شوند و اگرچہ کلمہ طیبہ بخواند ہر ملکے میان زمین و آسمان بر او لعنت میکند و خدا غضب بر او میکند در دنیا و آخرت و ہر شب و روز ہفتاد گناہ باو نوشتہ مے شود و در حدیث دیگر آمدہ (بعد نقل حدیث) یعنے ہر کس دختر نیک خود را بمرد گنہگار بدہد (بیچارے شیعہ حضرات مجتہدین ایسے متقی و پرہیز گار کہاں تک تلاش کرتے رہیں گے۔) نازل مے شود بر او ہر یوم ہزار لعنت و نمیرود عمل نیک او بطرف آسمان و نہ مستجاب می شود دعا ایشان و نہ قبول مے شود صرف و عدل او۔"

پس اگر حضرت عمر بموجب عقاید امامیہ جناب امیر و حضرات حسنین کے خیال میں مرتد و منافق یا کم سے کم فاسق و بدکار تھے تو ام کلثوم کو اُن کے حوالہ کیوں کیا۔ اور لعنت ملائکہ کی بوچھاڑ میں کیوں پڑے۔

البتہ اس سے مفر کی علمائے شیعہ نے عجیب عجیب بوستان خیالی وجہیں بیان کی ہیں۔ کسی نے حضرت علی کی کمزوری و بزدلی پر محمول کر کے اس نکاح کو غصب سے تعبیر کیا ہے۔ اور کافی کلینی میں اول فرج غصبت منا فرمایا ہے سؤرا او لیت کے لفظ سے مابعد کو خیال کیجئے۔ کسی نے ام کلثوم کے بنت مرتضوی ہونے سے انکار کیا ہے۔ کسی نے معجزہ و کرامت مرتضوی کا بہانہ نکالا۔ کہ آپ نے وفد نجران سے ایک جنیہ بلا کر اور بشکل ام کلثوم بنا کر بھیجدی۔[1] اور وہی جنیہ حضرت عمر کے پاس رہی دیگر تعجب تو یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بھی حضرت علی کے گھر سے غائب ہو گئیں ورنہ حضرت عمر کو اس کا ضرور پتہ چل جاتا اور پھر حضرت امیر کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہوتا) مگر کرامت فاروقی کے آگے جنکے سایہ سے حسب ارشاد نبوی تمامی شیاطین بھاگے پھرتے تھے حضرت امامیہ کا سارا طلسم ٹوٹ گیا۔ اور علمائے امامیہ کو ام کلثوم بنت فاطمہ کے نکاح بلکہ اسکے جواز بلکہ اُس سے اسلامی دنیا کے لئے ایک نظیر قائم ہو جانے کا اقرار ہی کرنا پڑا اور غصب وغیرہ کے سارے حیلے پادرہوا ہو گئے۔ اب کرامت فاروقی دیکھئے۔

(۱)

[1] کاش یہ بھی بتلایا ہوتا کہ پھر ام کلثوم کا نکاح ہوا تو کس کے ساتھ ہوا۔ ۱۲ منہ غفر اللہ لہ۔

بحث نکاح ام کلثوم بسیدنا عمر رضی اللہ عنہم

ابوالقاسم قمی شارح شرائع اس قول کی شرح میں یجوز نکاح العربیۃ بالعجمی والہاشمیہ بغیر الہاشمی لکھتے ہیں زوج علی بنتہٗ ام کلثوم من عمر۔ اس عبارت سے دونوں باتیں ثابت ہوگئیں ام کلثوم کا بنت مرتضوی ہونا اور نیز اس نکاح کا بموجب مذہب امامیہ جائز ہونا۔

اب علامہ قمی کی اس تحریر سے خلفائے ثلثہ خصوصاً حضرت عمرؓ کے ارتداد و نفاق و دشمن اہل بیت ہونے کی ساری کہانیاں ہباءً منثورہ ہوگئیں اور جناب امیرؓ بھی ایمان واخلاص فاروقی کے طفیل بموجب روایت ارشاد دیلمی لعنت ملائکہ کی زد سے بچ گئے صاحب شرائع کے عنوان سے تزویج ام کلثوم کو تقیہ پر حمل کرنے کا بھی موقع نہیں رہا۔ کیونکہ جس فعل کا منشا تقیہ ہو۔ وہ امت کے لئے علی الاطلاق قابل تقلید و دلیل جواز نہیں ہوسکتا۔

(۲)

صاحب تاریخ حبیب السیر نے اولاد وازواج فاروقی کے تذکرہ میں لکھا ہے:۔

"پنجم ام کلثوم بنت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وازوے پسرے و دخترے تولد نمود ند پسر زید نام داشت و دختر رقیہ واز ایشان عقب نماند چنانچہ در مقصد اقصیٰ مذکور است زید را عبدالملک بن مروان زہر داد"

اور مزید تفصیل کے لئے ہدایات الرشید ملاحظہ فرمایئے۔

اب جبکہ امیر المومنین نے اپنی پیاری صاحبزادی کا نکاح حضرت عمرؓ سے کردیا جس سے حضرات امامیہ کو بھی انکار کی گنجائش نہیں رہی تو اب اُس کو جناب شیر خدا کی بزدلی پر محمول کرکے تقیہ کی پناہ ڈھونڈھنا یا اس کو غصب فروج کہنا نہایت پاجیانہ حرکت ہے جس کو جناب شیر خدا کی عزت و عظمت ہرگز روا نہیں رکھ سکتی تھی۔

سبحان اللہ۔ دوسروں کے لئے ادنے ادنے معاملہ پر علمائے شیعہ حضرت امیرؓ کی وہ جارحانہ حرکات نقل فرمادیں اور آپ کی شیر خدائی کا ثبوت پیش کریں اور اپنی عزت و ناموس کی بربادی کے معاملہ میں جناب امیر کو ایسا بے دست و پا اور ذلیل النفس ٹھیرا دیں جس کی ایک بھنگی چمار سے بھی امید نہیں کہ ایسی آبروریزی و ننگ و عار کو اپنے جیتے جی قبول کرے۔

اب میرزائے[1] عباسی کی کہانی سنئے۔ صاحب آیات بینات لکھتے ہیں:۔

[1] عماد الاسلام قبلہ وکعبہ شیعیان مولوی دلدار علی کی روایت ہے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

ایک اور موقع[1] پر غالب علیٰ کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررہ قاتل الکفرہ شیرِ خدا علی مرتضیٰ نے وصیت کے خلاف اپنے چچا عباس کی حمایت میں اپنی ہاشمی قوت اور قریشی دبدبہ دکھایا اور تلوار لے کر قتل و جہاد پر مستعد ہو گئے اور وہ یہ موقعہ ہے۔ جب حضرت عباس کے مکان کا پرنالہ حضرت عمر نے نکلوا دیا۔ اسلئے کہ جب جمعہ کی نماز کو وہ جایا کرتے تو اس پرنالہ کے پانی سے اُن کے کپڑے خراب ہو جاتے۔ حالانکہ یہ پرنالہ بحکم خدا خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لگا دیا تھا۔ حضرت عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمر نے اس پرنالے کو اکھڑوا دیا ہے اور یہ بھی کہدیا ہے کہ اگر کوئی پھر اسے لگائے گا تو میں اُس کی گردن مار دونگا وہ اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبید اللہ پر تکیہ کئے ہوئے بیماری کی حالت میں لرزتے کانپتے حضرت امیر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں دو آنکھیں رکھتا تھا ایک جاتی رہی یعنے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہم اور دوسری باقی ہے یعنے تم۔ اور میں نہیں گمان کرتا کہ تمہاری زندگی میں میں مصیبت میں پڑوں۔ جناب امیر نے فرمایا کہ آپ آرام سے گھر میں تشریف رکھئے اور دیکھتے رہئے کہ کیا ہوتا ہے۔ یہ کہکر آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ اے قنبر ذوالفقار حاضر کرو اور آپ ذوالفقار حمائل فرما کر اور چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور قنبر کو حکم دیا کہ اے قنبر چڑھ جاؤ اور میزاب کو اپنی جگہ لگا دو۔ قنبر نے ایسا ہی کیا اور پھر حضرت علی نے فرمایا کہ قسم[2] کھاتا ہوں صاحب قبر و منبر یعنے رسولخدا کی کہ اگر کسی نے اس پرنالہ کو پھر اپنی جگہ سے نکالا تو میں اُس کی اور نیز حکم دینے والے کی گردن مار دوں گا۔ اور جلتی ہوئی دھوپ میں صلیب پر چڑھا دوں گا۔ یہ خبر عمر کو

---

[1] الحمد للہ مسند امام احمد میں یہ روایت ملگئی۔ ناظرین اصل واقعہ اور حضرت عمر کا حسن ادب ملاحظہ کریں اور پھر شیعوں کی تک بندیاں۔ حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا اسباط بن محمد ثنا ہشام بن سعد عن عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب اخی عبداللہ قال کان للعباس میزاب علیٰ طریق عمر بن الخطاب فلبس عمر ثیابہ یوم الجمعہ وقد کان ذبح للعباس فرخان فلما وافی المیزاب صب ماء بدم الفرخین فاصاب عمر وفیہ دم الفرخین فامر عمر بقلعہ ثم رجع عمر فطرح ثیابہ ولبس ثیابا غیر ثیابہ ثم جاء فصلی بالناس فاتاہ العباس فقال واللہ انہ للموضع الذی وضع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال عمر للعباس وانا اعزم علیک لما صعدت علیٰ ظہری حتی تضعہ فی الموضع الذی وضعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ففعل ذلک العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مسند ج ۱ صفحہ ۲۱۰) ۱۲ منہ

[2] سبحان اللہ۔ رسول اللہ تو غیر اللہ کی قسم سے ممانعت فرمائیں اور جناب امیر ایسے معصوم اس سے باز نہ آئیں۔ کہو کیا یہ بھی تقیہ تھا۔ ۱۲ منہ

پونہچی وہ مسجد میں آئے اور دیکھا کہ میزاب اپنی جگہ پر لگا ہوا ہے۔ مگر دیکھکر کچھ نہ کرسکے اور ڈر کے مارے کہنے لگے کہ خدا نہ کرے کہ کوئی ابوالحسن کو غصہ میں لائے صبح کے وقت امیرالمومنین نے حضرت عباس سے پوچھا کہ آج کیسی گذری۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک تم زندہ ہو میں چین و آرام سے ہوں۔ اس پر جناب امیر نے فرمایا کہ اے چچا قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین اس میزاب کے معاملے میں مجھ سے جھگڑا کریں تو سب کا مقابلہ کروں اور سب کو ماردوں۔ آپ بے فکر رہئے حضرت عباس نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا جس کے تم مددگار ہو اُسے کیا غم "

جب آپ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ آپ تن تنہا ساری دنیا پر بھاری تھے اور کوئی آپ کا مدمقابل نہ تھا حضرت عمر آپکے غصہ سے پناہ مانگا کرتے اور آپکے خوف سے لرزتے رہتے تھے۔ پھر ام کلثوم کے معاملہ میں تقیہ کی کیا وجہ۔ یا حضرت عمر کے غصب اور زبردستی کے متحمل کیوں ہو گئے چچا کیلئے یہ اسداللہی حملہ۔ اور ام کلثوم کے معاملہ میں اپنی آبروریزی کی بھی پرواہ نہیں۔ انا اللہ۔ کیا آپ پر اپنے اہلبیت کی نصرت ضروری نہیں تھی کہ اُن کی بے آبروئیوں کا کچھ خیال نہ فرمایا حضرت عباس کے اس آخری جملہ سے کہ جس کے آپ معین ہوں اُسے کیا غم " معلوم ہو گیا کہ دراصل اہلبیت نبوی کی اعانت کی کوئی پرواہی نہیں تھی ورنہ ہرگز اُن کو ایسی ذلتوں کا سامنا نہ ہوتا۔ اور یہ کہ آپ کے نزدیک دین کی بربادی کی بھی خس کے برابر وقعت نہیں تھی ورنہ دین کی تباہی پر سکوت و تقیہ کو کام میں نہ لاتے۔

اسی قسم کا ایک وہ واقعہ ہے جس میں آپنے کمال شجاعت سے کام لیا۔ اور بروقت اخراج نعش فاطمی نہایت دلیری دکھلائی۔ اور حضرت عمر وغیرہ کا کوئی بس نہ چلا۔ جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ یہاں صبر و سکوت و تقیہ کی وصیت مخترعہ حضرات شیعہ کیوں فراموش کر بیٹھے۔

فدک جس کے غصب کا شیعوں میں ماتم برپا ہے اُس کی نسبت بھی آپ کا اسداللہی حملہ ملاحظہ فرمائیے۔ صاحب آیات بینات لکھتے ہیں کہ :-

جب فدک[1] سے ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ کے کارندے کو موقوف کر دیا

---

[1] اس قصہ کو ازالۃ الغین کے صفحہ ۵۶ ۷ میں ارشاد القلوب دیلمی سے مفصل لکھا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

اور اُس کی جگہ اشجع کو مقرر کیا۔ اس شخص نے رعایا کو ستایا اور وہ حضرت امیر کے پاس فریادی آئے حضرت امیر کو ایسا غصہ آیا کہ مع چند عزیزوں اور ہمراہیوں کے وہاں گئے۔ اور اُس کو بلا کر قتل کرا دیا اور خالد بن ولید سے اُسی موقع پر ایسی گفتگو کی کہ اُن کے بدن پر لرزہ آ گیا اور انہوں نے منت سماجت کر کے پیچھا چھوڑایا۔ اس موقع پر آپ نے نہیں خلیفہ وقت کا خیال کیا نہ خالد سے جنگ ہونے کا اندیشہ فرمایا بلکہ اپنا ہاشمی دبدبہ اور قریشی جوش اور حیدری سطوت اور اسد اللہی ہیبت ایسی دکھائی کہ نہ صرف خالد بلکہ ابو بکر و عمر بھی دم بخود ہو گئے"۔

ان واقعات کو ملاحظہ فرمایئے۔ کیا نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا معاملہ حضرت عباس کے پر نالے۔ اہل فدک کی شکایت سے بھی بے وقعت ٹھیرا جسکو جناب امیر نے اس صبر و تحمل بالا پروائی کے ساتھ برداشت کر لیا۔ غرض اہل بصیرت پر روایات سابقہ سے تزویج ام کلثوم کے متعلق علمائے شیعہ کی ہرزہ سرائیوں کی حقیقت واضح ہو گئی محتاج بیان نہیں۔

اب ایک اور امر تعجب خیز یہ ہے کہ جب اخراج نعش فاطمی پر جناب امیر کو اسقدر جوش آیا پھر کیا وجہ کہ بربنائے مفوات امامیہ جیسا کہ اقوال مجلسی سے ہویدا ہو چکا ہے جس وقت حضرت سیدہ کی پسلیاں توڑی گئیں۔ اسقاط محسن ہوا۔ اُس وقت جناب امیر کو کچھ غیرت نہ آئی اور ایذائے حضرت سیدہ سے کچھ کبیدہ خاطر نہ ہوئے اور دشمنان اہل بیت پر اظہار ناراضگی تک نہ فرمایا چہ جائیکہ مقاتلہ و مقابلہ کی نوبت آتی اور حضرت سیدہ کی شر اعداء سے محافظت فرماتے۔ بقول مجلسی کہ ما مر ارشاد فاطمی "مانند جنین رحم پردہ نشین شدہ" کا اثر جناب امیر پر کیا بعد وفات حضرت سیدہ ہوا اور آپ میں شجاعت اور غیرت آ گئی۔

غرض حسب موقع اس قسم کی روایات ایجاد کرنے سے شیعوں کے دین و دیانت کا راز اہل بصیرت پر بالکل فاش ہو گیا جس کے مزید بیان کی کچھ حاجت نہیں اہل بصیرت اس قسم کی روایات کی حقیقت بخوبی پہچان چکے کہ حضرت خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کے ایک عناد نے شیعوں کو اس قسم کے خرافات اہل بیت کی بے آبروئی میں اختراع کرنے پر مجبور کر دیا۔ ورنہ اصحاب کرام کی اصلی حالت تو یہی تھی جسکی حق سبحانہ آیۃ کریمہ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اور نیز آیۃ کریمہ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ - و دیگر آیات قرآنی ہیں شہادت دیتا ہے جس کی تصدیق کے بعد اہل ایمان کو خرافات روافض و خوارج کو بے اصل و ایجاد اہل بغی و عناد سمجھنے میں ہرگز کوئی شبہ نہیں رہ سکتا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔

سبحان اللہ! حضرات شیعہ نے کیا خوب ولائے اہلبیت کا حق ادا کیا اور کیسی دوستی اہلبیت اطہار کے ساتھ خرچ کی۔ کہ اُن کی عزت و حرمت کو بھی خیال نہ فرمایا۔ اور کیسے کیسے سفیہانہ الفاظ اہلبیت رسالت کی نسبت استعمال کئے کہ خارجیوں ناصبیوں کو بھی مات کر دیا۔ خدا تعالیٰ دشمن دوست صورت کے شر سے محفوظ رکھے۔ اہل بیت اطہار کی عزت و آبرو کو تقیہ کی آڑ میں کھویا۔ اور دوستی کے پیرایہ میں جو کچھ اعدائے اہلبیت خذلہم اللہ تعالیٰ کو کہنا اور کرنا تھا خود کر دکھایا ؎

گر ولائے امیر دین ہمینست
راست فرما کہ باز دشمن کیست

اب سید الشہداء رضی اللہ عنہم کا حال سنو۔ کہ آپ بموجب عقاید امامیہ اس مر مٹنے اور کٹ مرنے پر بھی نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ کے سوا اور کچھ ساتھ نہ لے گئے۔ اور عمر بھر کی ساری عصمت مرتے دم مبدل بمعصیت ہو کر خاک میں مل گئی۔

باقر مجلسی صراط النجاۃ کے باب عقاید امامیہ میں لکھتے ہیں:۔

"گویند امام اگر مغلوب و مقہور بود تقیہ مے کند و بر وے واجب است و ہمچنین مومناں نیز ہرگاہ خوف تلف نفس و مال باعرض باشد تقیہ مے کنند بخلاف معتزلہ اہل سنت و خوارج و حشویہ و نواصب کہ تقیہ را جائز نمیدانند"

نیز اسی کتاب کے بحث کبائر میں لکھتے ہیں:۔

"یا آنکہ در بلاد مخالف و کفر تقیہ نکند و در انکشند یا باعث قتل کسے شود در بلاد تقیہ"

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ حضرت سید الشہداء چند گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوئے (۱) آپ پر اپنی جان بچانے کے لئے تقیہ واجب تھا وہ نہ کیا (۲) اپنی آبرو بچانے کے لئے تقیہ واجب تھا وہ نہ کیا (۳) مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے تقیہ واجب تھا وہ نہ کیا۔ (۴) اگر آپ کے باقی ساتھیوں کو خیال کیجئے کہ فرداً فرداً ہر ایک کے حفظ جان و مال و آبرو کے لئے آپ پر تقیہ واجب تھا۔ اور آپ نے سب کو ترک کیا تو سینکڑوں کبائر کے ارتکاب کی نوبت پہنچتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

کیا اتنی کبیرہ معصیتوں پر بھی شیعے دعوی عصمت سے تائب نہ ہوں گے۔ اگر مرتکب

Marfat.com

کبائر ہی کو وہ معصوم کہتے ہیں تو لامشاحۃ فی الاصطلاح افسوس تقیہ نہ کرنے سے کیسی نہی نہی پیاری جانیں ہدف اعدا بنیں اور آپ نے باوجود وجوب تقیہ اس کی کوئی پروانہ فرمائی۔

اور صاحب ظلمت کفر نے ترک تقیہ کا جو عذر کیا ہے وہ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ کا مصداق ہے۔ معلوم نہیں اگر آپ از راہ تقیہ یزید کی بیعت کر کے میدان کربلا سے واپس چلے آتے۔ اور مدینہ آ کر حقیقت حال ظاہر فرما دیتے تو اس سے دین کو کیا نقصان پہنچتا۔ اور یزیدیوں کو کونسی سارٹیفکیٹ مل جاتی۔ بیعت مرتضوی سے جب خلفاء ثلثہ کی خلافت کی حقیقت نہ ثابت ہوئی حالانکہ آپ عمر بھر اُن کے ہم نوالہ و پیالہ رہے۔ اُن کے عطایا و سبایا لیا کئے۔ آگے پیچھے اُن کی تعریفیں کرتے رہے تو امام حسین کی ایک آنی بیعت سے یزید کا مستحق خلافت ہونا کب ثابت ہو جاتا۔ کما لا یخفے علے اولی النہیٰ۔

اس کے ساتھ اگر یہ ملاحظہ فرمائیے کہ امام حسین نے تقیہ چھوڑ کر اور اپنا اور بیٹوں کا سر کٹا کر اس کے عوض جو معصیت خریدی ہے وہ قابل معافی بھی ہے تو عقاید امامیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی صورت سے آپ کا یہ جُرم قابل بخشایش نہیں۔ اس کی بخشایش کے لئے نہ ماں باپ کی سفارش کام آسکتی ہے اور نہ بھائی نانے کی سفارش کی دال گل سکتی۔ اب نامعلوم بیچارے امام حسین کو کیا بھگتنا پڑے گا۔ عفا اللہ ورضی عنہ۔

علامہ مجلسی صراط النجاۃ میں لکھتے ہیں:۔

اما گناہانیکہ ہرگز آمرزیدہ نمی شود نہ بتفضل الٰہی و نہ بشفاعت شفاعت کنندہ و امید نجات دراں نیست آنست کہ بدعت و اختراع در دین و احداث مذہب تازہ و فتوائے ناحق در دین خدا دہد و منکر باشد بیک مسئلہ و یک نوع از اوامر و نواہی را۔ و چیزے از ضروریات از اصول و فروع و حلال و حرام را انکار کند و اطاعت آئمہ ننمودہ باشند در امر بمعروف و نہی از منکر و فرائض و نوافل و مسائل انتہی مختصراً

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ نے فقط ایک تقیہ کو نہیں چھوڑا بلکہ چند قسم کے جرائم کے مرتکب ہوئے۔ (۱) تقیہ کو چھوڑ کر احداث بدعت کیا (۲) نواہی کا ارتکاب کیا (۳) فرائض اور مسائل میں امیر المومنین کی اطاعت نہیں کی ورنہ تقیہ کیوں چھوڑتے۔

یہی نہیں کہ آپ تقیہ چھوڑ کر گنہگار ہوئے بلکہ ثواب سے بھی محروم رہے۔ مجلسی

Marfat.com

صراط النجاۃ میں لکھتے ہیں

"ما گناہانیکہ معفواند و مواخذہ در قیامت ندارند بلکہ ثواب ہم خواہند داشت دروغ کہ گفتن و انکار کردن و کتمان شہادت نمود نسبت از برائے حفظ مال و خون و ناموس مسلمان در آنچہ موافق شرع باشد و حفظ آنہا واجب باشد و تقیہ در بلاد کفر و مخالفین مرتکب معصیتے شدن اگرچہ ہمہ ردت بخدا و رسول و خوردن شراب وغیرہ ترک عبادت و سوختن قران باشد الا در خون کہ تقیہ دران نمے بایذ کند ہرگاہ باید کہ نفس مومن محترمے رابکشد خود باید کشتہ شود و کسے رانکشد"

دیکھیئے کتنے ثواوں سے محروم رہے اپنی جان بچانے کو جھوٹی بیعت نہ کی۔ اپنا مال بچانے کو جھوٹ نہ بولے۔ اپنی آبرو کی حفاظت کے لئے جھوٹ بولنا تھا وہ نہ کیا فرداً فرداً مسلمانوں کے حفظ جان و مال و آبرو کے خاطر جھوٹ نہ بولے۔ غرض حسب تقریر سابق سینکڑوں ثوابوں سے محروم رہے۔

تعجب ہے کہ جب تقیہ کی اسقدر تاکید ہے کہ اور مسلمانوں کا حفظ اموال و اعراض اس قدر ضروری ہے کہ خواہ قران جلانے جھوٹ بولنے۔ شراب پینے کلمات کفر بولنے کی نوبت آئے تاہم ان مفاسد کا ارتکاب قبول کرے مگر مسلمانوں کی جان مال آبرو بچانے اور ان گناہوں کی جگہ اُس کو ثواب ملے گا۔ پھر محض خلاف عقل بات ہے کہ تقیہ جائز ہونے ہوئے امام مظلوم سینکڑوں وبال اپنے سر لیں۔ اور سینکڑوں ثواب سے محروم رہیں حاشا جنابھم عن ذلک۔

ان براہین قاطعہ سے بکمال وضوح ثابت ہوگیا کہ اگر جناب مرتضوی پر فی الحقیقت تقیہ واجب[1] تھا تو امام حسین رضی اللہ عنہم بھی بار تقیہ سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے اور بموجب قطعیات شنیعہ حضرات شیعہ آپ ترک تقیہ میں کبھی معذور نہیں سمجھے جا سکتے۔ فاحفظ ھذہ المقالہ لعلک لا تجدھا فی غیر ھذہ العجالہ۔

اور صاحب ظلمت کفر کی یہ مثال "کہ شراب نوش کو پہلے سمجھائیں گے نہ مانے گا تو نکال دینے کی کوشش کریں گے۔ اس پر بھی اگر ناکامی ہوگی تو سکوت کریں گے"

---

[1] اگر یہ وہ روایات جن میں جناب امیر کا خلفا کے ساتھ بارہا مقابلہ کرنا بیان کیا گیا ہے صریح دال ہیں کہ آپ پر تقیہ کبھی واجب نہ تھا۔ ورنہ واجب کو چھوڑ کر ہر گز گنہگار نہ بنتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب امیر کو خلفا کے ساتھ مقابلہ و مقابلہ کرنے میں کسی قسم کی مجبوری نہیں تھی ۱۲ منہ عفر اللہ لہ

جناب امیر پر مطابق نہیں ہوسکتی کیوں کہ آپ کو حسب روایات شیعہ بموجب وصیت مصطفوی خلفائے ثلثہ کے حرکات و سکنات پر کسی قسم کے اعتراض کا کوئی حق نہیں حاصل تھا پس بموجب اس تقریر کے جناب امیر پر دو اعتراض وارد ہوئے۔ ایک مخالفت وصیت کا۔ دوسرا خلفائے ثلثہ کے مقابلہ میں آپ کا عاجز آجانا جو آپ کی اسدیت کی منافی اور آپ کی شان شجاعت کے مخالف ہے۔ مگر جس قوم کے نزدیک شیر نر کی اتنی ہی حقیقت ہو اُس کی گردن میں رسی پڑی ہو اور وہی شخص بصد ذلت و خواری اُس کو کھینچتے گھسیٹتے لئے جاتے ہوں اور اُس کو چون و چرا نقل و حرکت کی قدرت نہ ہو وہ اگر اس اعتراض کو بجا کرلیں تو کچھ بعید نہیں چنانچہ حملہ حیدری کے یہ اشعار ہیں۔

بدست عمر بود یک ریسمان دگر در کف خالد پہلوان
فگندند در گردن شیر نر کشیدند او را بر بوبکر

مگر مخالفت وصیت کا اعتراض بجائے خود باقی سمجھا جاتا ہے۔ البتہ جب امام معصوم ارتکاب کبائر پر بھی معصوم باقی رہے۔ تو ایک مخالفت وصیت جناب امیر کے حق میں کب منافی عصمت سمجھی جاسکتی ہے جب خدا اور رسول کے احکام کی شیعوں کے نزدیک اتنی ہی وقعت ہے۔ کہ اُس کی مخالفت پر بھی عصمت ہاتھ سے نہیں جاتی تو پھر اعتراض ہی کیا باقی رہا غرض شیعوں نے جناب امیر رضی اللہ تعالے عنہ کو ایسے شکنجہ میں کس رکھا ہے۔ کہ کوئی صورت آپ کی براءت کی نہیں نکلتی اور بظاہر جو صورت براءت کی بیان کی جاتی ہے۔ درپردہ اُس سے اپنے اعتراضات کی تکمیل مراد ہوتی ہے۔ تف بریں دغا

اب متقدمین شیعہ کے کلام بھی ملاحظہ فرمایئے کہ وہ حضرات اس شبہ کا کیا جواب دیتے ہیں۔ علم الہدےٰ فرماتے ہیں:۔ وکیف یکون الخوف من مظهر الفسق والخلاعة ولا شبهة فی ان امامته ملک وغلبة وانه لا شرط من شرائط الامامة فیه کالخوف من مقام معظم جمیل الظاهر یرے اکثر الامة ان الامامة دونه وانها ادنی منازله وما الجمع بین الامرین الا کالجامع بین الضدین۔ اور فتح السبل محقق جیلانی کے الفاظ یہ ہیں۔

کہ بسبب دیگر در تقویت حسن ظن مردم بعاقدین بیعت آن شد کہ آنہا نفوس خود را از اموال باز داشتند و شیوۂ زہد و دونیا پیش گرفتند و رغبت بدنیا و زینت آن را ترک کردند و قناعت بقلیل و اکل خشن و لباس کرباس ملک خود ساختند درحالیتکہ

اموال برائے ایشاں حاصل ودنیا دکردہ بود وآں رامیان قوم قسمت میکردندو
خودرا باآں اصلا آلودہ نمے کردند پس دلہاے مردم باایشاں مائل شد و ایشاں
رادوست داشتنند فطفلان مردم باایشاں نیک فقد وہرکس راکہ درباره ایشاں
شبہ درخاطر بود یا توقفے داشت باخود گفت کہ اگر ایشاں بہوائے نفس مخالفت آنچہ
نص پیغمبر کردہ بودند بایست اہل دنیا باشند وترک اموال ولذات نکنند تاخطر
دنیا وآخرت ہردو برائے ایشاں نباشد وایشاں اہل عقل ورائے بہیچ اند چگونہ
خسران دنیا وعقبے ہردو راپسندیدہ باشند پس فعل ایشاں صحیح است وکسے
راشکے درصلاح ایشاں باقی نماند۔ واعتقاد بولایت ایشاں کردند وافعال ایشاں
پسندیدند انتہی بلفظہ (آیات بینات)

علم الہدےٰ کی اس تحقیق سے خلفاء راشدین کا کمال اوران کا صدق واخلاص وایمان کامل واتباع شریعت وحسن سیرت جس طرح واضح ہوتا ہے۔ بفحوائے۔ الاشیاء تعرف باضدادھا محتاج بیان نہیں۔ اوراُسوقت کے مسلمانوں میں جسدرجہ آنحضرت کا معظم ومحترم ہونا ثابت ہوتا ہے اُسکی توضیح کی حاجت نہیں۔ اب اسی کو خیال کیجیے کہ یزید اورخلفائے ثلثہ کو علم الہدیٰ ضدین قرار دیتے ہیں۔ خلفاء ثلثہ میں اگر صلاح وتقویٰ دنیا سے بے لوثی دینداری ونصفت شعاری اسلام کی خدمت گذاری عیاں تھی۔ تو یزید کا فسق وفجور اُس کی بیدینی ودنیا طلبی ستمگاری۔ جفا شعاری محتاج بیان نہ تھی۔ اب اِن دونوں کی باطنی حالت کو خیال کرتے ہیں۔ تو اہل تجربہ کا مقولہ الاناء یترشح بما فیہ واز کوزہ ہماں تراود کہ دروست یاد آتا ہے۔

بیشک خلفاء کی دینداری اُن کے کامل ایمان سچے اخلاص حُب کی دلیل تھی اور یزید کی بے راہی اُسکے خبث باطنی کا نتیجہ تھی۔ اور کیوں نہ ہو حسب ارشاد نبوی اذا صلح صلح الجسد کلہ واذا فسد فسد الجسد کلہ صلاح وفساد ظاہر کا مدار صلاح وفساد قلب پر ہے منافقین اگرچہ منہ سے اظہار ایمان کیا کرتے تھے۔ اور فی الجملہ احکام اسلامی کی پابندی بھی کرتے تھے۔ مگر اُن کی کور باطنی مخفی نہیں رہتی تھی گفتار کردار سے اُس کا اظہار ہوتا ہی رہتا تھا جس کے بیان کی یہاں کچھ حاجت نہیں۔ قرآن پڑھنے والوں پر منافقین کے خصائل اُن کے حرکات۔ سکنات۔ بخوبی ظاہر ہیں۔ بلکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جتنے منافقین تھے سب کا نفاق مسلمانوں پر واضح ہوگیا تھا۔ قال اللہ تعالےٰ ماکان اللہ لیذر المومنین علی ماانتم علیہ حتی

یمیز الخبیث من الطیب۔ مشکوٰۃ کے باب الجماعۃ میں بروایت مسلم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ولقد رایتنا وما یتخلف عن الصلوٰۃ الا منافق قد علم نفاقہ او مریض۔

خلفائے راشدین کی صلاحیت و تقدس ظاہری کو تسلیم کر لینے کے بعد غصب خلافت وغیرہ سارے اتہامات کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ غصب خلافت کے بعد اُن حضرات کے فسق ظاہر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بظاہر کسی نوع کا فسق اُن میں نہ پائے جانے کے خود حضرت علم الہدے معترف ہیں۔ اگر فی الحقیقت امامت جناب امیر کا حق ہوتی اور جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم پر ستر ہزار کے مجمع میں آپ کو اپنا جانشین بنائے ہوتے تو صحابہ کرام حضرات شیخین کو در باب خلافت ہرگز حق بجانب نہ سمجھتے۔ اور غاصب خلافت ہونے کے بعد کبھی اُن کو مقتدائے دین و جائز جانشین حضرت سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ جانتے۔ گو ان میں لاکھوں خوبیاں ہوتیں مگر صریح نص کے مقابل میں جملہ فضل و کمال ہیچ تھے۔ بلکہ بروقت غصب شیخین کے ساتھ مزاحمت اور جناب مرتضوی کی حمایت فرماتے۔

اب محقق جیلانی کے کلام میں جو امور قابل غور و توجہ ہیں یہ ہیں کہ خلفائے ثلثہ سے ابھی قطع نظر کیجئے۔ پہلے اس کو دیکھئے کہ اُس وقت صحابہ کرام کس حال میں تھے آیا فی الحقیقت وہ سارے کے سارے حقیقی اسلام سے منحرف اور دنیائے دنی کی طرف مائل۔ تدین و راستبازی سے عاری تھے یا نہیں محقق کی تقریر سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اسلام کا فدائی اور حق کا جویاں نہ ہو۔ اس لئے جب عامہ صحابہ کی بیعت صدیقی اور اُن کے اتباع کے بعد حقیت خلافت صدیقی میں چون وچرا کی گنجائش نہ رہی تو اس سے انکار کی محقق کو بجز اس کے کوئی اور صورت نظر نہ آئے کہ صحابہ کو خلفاء کی صلاحیت و زہد ظاہری سے اُن کی حقانیت اور واقعی استحقاق کا شبہ ہو جانا بیان کرے۔

مگر محقق نے اتنا خیال نہیں کیا کہ خلفا میں باوجود حصول دنیا۔ دنیا سے بیلوثی اور اعراض کی کیفیت جس سے صحابہ کو اشتباہ ہو گیا۔ اُن کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوئی۔ بروقت عقد بیعت و انعقاد خلافت صدیقی نہ دنیا اُن کے پاس تھی۔ نہ اظہار بےلوثی و زہد کا اُن کو موقع ملا تھا۔ اُس وقت صحابہ نے کیسے اُن کی بیعت

Marfat.com

کرلی اور اُن کو خلیفہ برحق تسلیم کرلیا غرض بیعت صحابہ کی بجز اسکے کوئی اور وجہ نہیں ہوسکتی کہ صحابہ کرام حسن سیرت شیخین اور ان کے مراتب و مناقب جلیلہ کو بارشاد نبوی تسلیم کر چکے ہوں۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ جناب امیر کے لئے فی الحقیقت نص خلافت بلافصل تھی یا نہیں اور تھی تو ایسی ہی ظاہر و باہر تھی جس طرح علماء شیعہ نہایت طول و بسط کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اُس کو بدیہی و یقینی و متواتر سمجھتے ہیں یا نہیں محقق کی تقریر سے اس کا تصفیہ بھی ہو گیا اور واضح ہو گیا کہ اُن نصوص کا اُس وقت کوئی وجود نہیں تھا۔ بعد میں ابن سبا کی طفیل اس قسم کے نصوص شیعوں کو نصیب ہوئے ورنہ صحابہ کو ایسے نص جلی کے مقابل میں اس قسم کے استدلال کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔

تیسری بات یہ ہے۔ کہ جب اصحابہ کرام نے شیخین کی اصابت رائے و سلامت عقل سے اُن کے خلیفہ بننے کو صحیح و جائز تصور کیا تو بلاشبہ صحابہ کی یہ تجویز نتیجہ تجربات سیرت شیخین ہو مقتبس از ہدایات حضور نبوی ہو گی چنانچہ خود جناب امیر سے بھی حسب روایات شیعہ کما مر فی صدر الکتاب ثابت ہو چکا ہے کہ آن حضرت علیہ و الہ الصلوٰۃ والسلام شیخین کی رائے پر کسی کی رائے کو ترجیح نہ دیا کرتے تھے خیر جناب امیر کے ارشاد کو تو شیعے تقیہ کی پخ لگا کر ٹال دیا کرتے ہیں۔ مگر عامہ صحابہ تو تقیہ کے قابل نہ تھے پھر ان کے اقوال و افعال کا کیا جواب ہو گا۔ حضرت علم الہدیٰ و محقق جیلانی نے بھی بیعت صحابہ کو تقیہ پر محمول نہیں کیا اور نہ احتمال تقیہ کی یہاں گنجائش ہے۔ ہزاروں صحابہ کے مقابل میں بیچارے شیخین یا ان کے معدودے چند اعوان و انصار کا کیا بس چل سکتا تھا کہ اُن کو تقیہ کی ضرورت پڑتی غرض یہ بیانات صدر حضرت شیخین کی جلالت شان کی نسبت یہی کہنا پڑتا ہے۔ ع

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

فَحَصْحَصَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

تتمیم فائدہ کیلئے ایک اور روایت کا نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جس سے صحابہ کرام کی جلالت شان اور اُن کا محب اہلبیت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں:۔

ابن بابویہ بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ است کہ اصحاب رسولخدا

Marfat.com

دوازدہ ہزار بودند .... ویکے از ایشان قدرے نبود کہ بجبر قائل باشند و مرجی نہ بودند کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم است حروری نبودند کہ امیر المومنین را ناسزا گویند و معتزلی نبودند کہ گویند خدارا در عمل بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا برائے خود سخن نمے گفتند .... کہ خداوندا روحہائے مارا قبض کن پیش از انکہ خبر شہادت حضرت حضرت امام بشنویم۔"

صاحب منتہی الکلام لکھتے ہیں:۔

برانیمقام بروایت شیخ صدوق در کتاب خصال و ترجمہ آن باقر مجلسی علے مانقلہ اکابرہم اکتفا مے نمایم (بعد نقل اصل حدیث) یعنے اصحاب رسولخدا دوازدہ ہزار نفر بودند ہشت ہزار نفر از مدینہ و دو ہزار نفر از مکہ و دو ہزار نفر رہا کردہ و آزاد کردہ ہا و یکے از ایشان قدرے نبود کہ بجبر قائل باشند و مرجی نبودند کہ گویند ایمان ہمہ بیک قسم است و حروری نبودند کہ امیر المومنین علی را ناسزا گویند و معتزلی نبودند کہ گویند خدارا در عمل بندہ ہیچ دخلے نیست و در دین خدا برائے خود سخن نمے گفتند و در شب و روز گریہ میکردند و مے گفتند خداوندا قبض بکن روحہائے مارا پیش از انکہ نان میدہ بخوریم انتہی و در بعضے از روایات بجائے خوردن نان میدہ استمناع خبر واقعہ کربلا مرویست۔ کمالایخفے علے من طالع بحار المجلسی۔"

اعوان و انصار مرتضوی کی اتنی کثرت پر بھی کیا حضرات شیعہ جناب امیر کی کمزوری وکس مپرسی کا راگ گائینگے۔ اور غصب خلافت۔ شیوع بدعات غصب فدک۔ تحریف قرآن۔ غصب ام کلثوم وغیرہ معاملات میں آپ کی مجبوری و کمزوری کی بنا پر آپ کو تائید دین و حفظ ناموس سے معذور بتائیں گے۔

ابن بابویہ وغیرہ کی روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مذہب اہلسنت مذہب صحابہ کرام کے مطابق اور اہلبیت عظام کے موافق ہے اللہما رزقنا محبتہم واحشرنا معہم بجاہہم رضی اللہ عنہم اجمعین آمین۔

اب دو ہی باتیں ہیں یا تو مطاعن خلفاء و اصحاب کرام کو ایجاد ملاحدہ و دجاجلہ بتائیں وھذا ھو الحق لاریب فیہ۔ یا یہ کہیں کہ جناب امیر کو نہ دین متین کی بربادی کی کوئی پرواتھی۔ نہ اپنے ننگ و ناموس کا کچھ خیال تھا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

Marfat.com

تنبیہ

یہ بیانات صدر واضح ہو چکا کہ جس اعتراض کا جواب علم الہدےٰ نے دیا ہے اُسی کا جواب صاحب ظلمت کفر نے بھی دیا ہے۔ مگر دونوں جوابوں میں جسقدر تفاوت اور تضاد ہے اہل فہم و بصیرت پر مخفی نہیں۔ اب صاحب ظلمت کفر کو اختیار ہے اپنے علما کے جواب کو صحیح کہیں اور حضرت علم الہدےٰ کو علم الضلالت کا خطاب دیں اور محقق جیلانی کے لئے بھی کوئی خطاب تجویز کریں یا جو چاہیں بنائیں مگر ناظرین پر حضرات شیعہ کی بے باکی دچالاکی بخوبی واضح ہو گئی کہ ایک صاحب جب ایک طرف جملہ صحابہ کو بیعت صدیقی پر متفق پاتے ہیں اور اُس کے ساتھ اُن بیعت کنندگان کو بھی اپنی روایات مثبتہ کمالات صحابہ سے مجبور ہو کر کامل الایمان صادق الیقین تسلیم کرتے ہیں تو ترک بیعت مرتضوی میں صحابہ کرام کی طرف سے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کو ابو بکر کی ظاہری دینداری سے اُن کے استحقاق خلافت کا شبہ ہو گیا (مگر اس جواب سے یہ بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ خلفاء ثلثہ خصوصاً حضرت صدیق میں دینداری و ظاہری تقدس بھی جناب امیر سے بدرجہا زیادہ تھا ورنہ صحابہ جناب امیر کو باوجود نص خلافت با ترجیح بحسب کمال دینداری خلافت سے ہرگز محروم نہ رکھتے۔ فتدبر فانہ بالتدبر اجدر) مگر دوسرے صاحب جب اس جواب میں یہ کسر دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے جواب سے عامہ صحابہ کے ایمان کامل و اخلاص و تدین و محب اہل بیت ہونے کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اور قلت اعوان و انصار اہلبیت کی آڑ میں خلفا کے مظالم و غصب حقوق اہلبیت کی جسقدر کہانیاں تصنیف ہوئی ہیں وہ بیکار ہوئی جاتی ہیں اور جناب امیر کی معذوری کا حیلہ چل نہیں سکتا تو جملہ صحابہ کو دو چار کے سوا دین و ایمان سے عاری اور دشمن اہل بیت بنا دیتے ہیں۔ مگر اُن کو معلوم نہیں ؎

ہر کہ تف افگند زپیر منیر
ہم بروئیش فتد تف تحقیر

جس قدر صحابہ کرام کی بیدینی و بے ایمانی کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اُن ہی طاعنین کی زبان و قلم سے اُن کی بے ایمانیوں کا راز کھول دیتا ہے۔ قیامت میں تو اُن کی زبان و قلم کی شہادت اُن کی رسوائیوں کا باعث ہی

Marfat.com

ہوگی۔ دنیا میں بھی حق سبحانہ نے اُن کی ہی زبان و قلم کو اُن کے عقائد باطلہ کے ابطال کیلئے شاہد عدل بنا دیا ہے۔

اے حضرات شیعہ اب بھی بغض اصحاب رسالتمآب سے صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم۔ توبہ کرو۔ اور احکم الحاکمین کے سامنے مجمع اولین و آخرین میں رسوائی سے ڈرو۔ دنیا چند روزہ ہے آخر عالم الغیب والشہادہ کو منہ دکھانا ہے ؎

بر رسولاں بلاغ باشد بس

اب بطلانِ تقیّہ کے دلائل قطعیہ سنو

(۱)

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ۙ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَۃً وَّلَا یَہۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا ۙ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡہُمۡ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ۙ یعنے جو لوگ دالکفر و دار الخلاف سے ہجرت نہیں کرتے اور وہیں رہکر مرنے لگتے ہیں تو فرشتے اُن سے کہتے ہیں کہ خدا کی زمین تو وسیع تھی پھر تم نے کیوں نہیں اعدائے دین کے ملک کو چھوڑا اور ایسی جگہ رہ کر احکام شرعیہ کی مخالفت کرتے رہے۔ وہ کہیں گے ہم کمزور تھے ہم میں اظہار دین کی طاقت نہیں تھی۔ فرشتے کہیں گے تمہارا عذر غلط ہے۔ اور ایسے لوگوں کی جگہ جہنم ہے۔ البتہ معذور وہ لوگ ہیں جنکے پاس کوئی ذریعہ نکل بھاگنے کا نہ ہو۔ اور وہ مخالفین کے بس میں ہوں" صاحب تفسیر صافی لکھتے ہیں:۔ وفی الآیۃ دلالۃ علی وجوب الہجرۃ من موضع لا یتمکن الرجل فیہ اقامۃ دینہ۔ یعنے اس آیت سے ہجرت کا وجوب نکلتا ہے۔ جہاں آدمی اقامت دین پر قادر نہ ہو خواہ وہ دار الکفر ہو یا دار الخلاف۔

اب فرمایئے باوجود مزاحمت کفار مکہ سے تو مسلمانوں کو ہجرت کا موقع مل گیا۔ جناب امیر کو ایسی کیا مجبوری پڑی تھی کہ آپ نے دین کی ساری بربادی پر بھی ہجرت کا قصد نہیں کیا۔ اور ایسی بد دینی کی جگہ میں ایسی بے دینی کے ساتھ مقیم رہے۔

Marfat.com

غرض جناب امیر کو ہجرت کے الزام سے بچانے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ خلافت ثلثہ کو راشدہ کہا جائے ورنہ تقیہ کا حیلہ کچھ مفید نہیں۔ ترک ہجرت کا الزام بجائے خود قایم رہجاتا ہے۔ خدا کے یہاں یہ عذر بھی ہرگز مسموع نہیں کہ ہجرت کی صورت میں حصول خلافت کی ساری امیدیں منقطع ہو جاتی تھیں۔ دین کی بربادی کے مقابل میں وہاں ایسے اعذار باردہ کی ہرگز شنوائی نہیں۔ اتنے دن جو آپ کو خلافت نہ ملی تو اسلام کا کیا بگڑا کہ آئندہ بگڑتا۔

مگر شاید کوئی شیعہ ترک ہجرت کی یہ وجہ بیان کرے کہ فرشتوں کا دار وگیر تو مرنے کے وقت ہوگا اور جناب امیر کو معلوم تھا کہ اُن کا مرقد کوفہ ہوگا نہ مدینہ۔ گرچہ یہ عقیدہ خود مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کے خلاف ہے مگر اس عذر سے ترک ہجرت کا الزام رفع نہیں ہوتا۔ اور کیا عجب کہ فرشتوں کو ایک اور اعتراض کرنے کا موقع ملا ہو کہ خلفاء جور کے زمانہ میں تو تم نے ہجرت نہ کی اور اپنا دار و دورہ ہوا تو مدینۃ الرسول و جوار نبی کو چھوڑ بیٹھے۔ علاوہ اس کے فرشتوں کا اعتراض اور ان کی تہدید تو ترک ہجرت پر ہوگی۔ اور آیت سے بھی بوقت عدم اقامت دین وجوب ہجرت کا ثبوت ہوتا ہے۔ کما صرح بہ فی الصافی۔ تو مدینہ میں نہ مرنے سے ترک واجب کے گناہ سے کیسے بچ سکتے ہیں۔

(۲)

اور سنئے۔ اگر معاذ اللہ خلفاء ثلثہ و دیگر مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالےٰ عنہم بقول روافض مرتد یا اہل نفاق تھے۔ اور اُن کے ایمان کا ئل و اسلام خالص و صادق کے ثبوت میں حق سبحانہ کی یہ بیّن شہادت والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئك ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم کافی وافی نہیں تو جناب امیر کو از راہ تقیہ اُن کا اتباع بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ کیا جس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ حکم ہو جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم۔ کیا اُس کے نائب کو منافقین کے مقابلہ میں جہاد کی جگہ تقیہ اور غلظت کی جگہ مداہنت جائز ہو سکتی ہے۔

(۳)

اور لو۔ ارشاد خداوندی ہے فلذلك فادع واستقم کما امرت

Marfat.com

ولا تتبع اھواء ھم یعنے اے میرے پیارے رسول دین حق کی طرف لوگونکو بھی بلاؤ اور جس طرح حکم ہے تم بھی اُس پر قایم رہو۔ اور اعدائے دین کے اہوا کے تابع نہ بن جاؤ۔ اس آیت میں حق تعالےٰ نے تین حکم دیئے (۱) لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤ (۲) فقط دوسروں کی ہدایت پر بس مت کرو خود بھی اُس پر قائیم رہو (۳) کسی خلاف حق بات میں مخالفین اسلام کا اتباع ہرگز مت کرو۔

اب بصورت جواز تقیہ جناب امیر نے تینوں کا خلاف کیا۔ نہ اعدائے دین کو احکام حقہ کی ہدایت کی۔ نہ خود اُن پر قائم رہے۔ اور کیا تو یہ کیا کہ خود بھی مخربان دین ومنافقین کے سرّاً وعلانیۃً مداح بن گئے اور اُن کی ناجائز خواہشوں اور ناحق باتوں کی پیروی کرنے لگے۔

اہل عقل وانصاف کہو۔ کیا ایسے ہی جانشین نعم الخلف ہوسکتے ہیں۔ اس سے زیادہ ناخلفی اور کیا ہوگی کہ اپنے بزرگوں کا طرز عمل یکدم بدل دے اور اُن کے اوامر ونواہی کی کوئی پروا نہ کرے۔ اور بلکہ اُن کے مساعی حسنہ کو خاک میں ملادے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

(۴)

اور سنو۔ قال اللہ تعالی یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھداً ومبشراً ونذیراً ہ وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجا منیراہ وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلا کبیراً ہ ولا تطع الکفرین والمنافقین ودع اذیھم وتوکل علے اللہ وکفی باللہ وکیلا ہ یعنے اے میرے نبی ہم نے آپ کو اچھے بروں۔ یا انزال کتب وتبلیغ رسل کیلئے گواہی دینے والا۔ اور بھلائی کی خوشخبری دینے والا برائیوں سے ڈرانے والا۔ خدا تعالےٰ کی طرف بلانے والا ہدایت واظہار حق وباطل کے لئے دنیا کا روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ ایمان والوں کو حق تعالےٰ کی طرف سے اُس کے بڑے فضل کی خوشخبری دیجیے۔ اور کافروں ومنافقوں کی اطاعت اور اُن کی ایذا رسانی کی کوئی پروا نہ کیجیے اور حق سبحانہٗ پر بھروسہ رکھیے۔ کارسازی کے لئے خدا ہی کافی ہے۔

ان آیات بینات میں حق تعالےٰ نے جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن باتوں کی ہدایت فرمائی ہے حضرات شیعہ فرمائیں تو اُن میں سے جناب

Marfat.com

امیر کرم اللہ وجہہ نے بموجب عقاید شیعہ کسی ایک بات پر بھی عمل کیا۔ آپ نے کیا تو یہ کیا کہ خلفائے ثلثہ کی حقیت خلافت کو چھپا کر کتمان شہادت فرمائی مہاجرین و انصار جن کو خدا تعالےٰ نے اپنی رضا و مغفرت و نعمائے اخروی و فضل کبیر کی خوشخبری دی تھی اور ان کو خیر اُمت فرمایا تھا کما روی عن ابن عباس نے قولہ عزوجل کُنتُم خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الخ قال ھم الذین ھاجروا مع محمد صلے اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ (مسند احمد صفحہ ۲۷۳ ج ۱) جناب امیر نے اُن کی تکفیر و تفسیق کی۔ دعوتِ الی الحق کے بدلے دعوت اخفاء حق فرمائی۔ اور تقیہ کی آڑ میں ہوائے نفس کو اپنی خواہشات باطل کے پورا کرنے کا موقع دیا۔ اور عام طور پر خلفاء ثلثہ کی مدائح و مناقب جلیلہ سنا کر اور خفیہ طریقہ پر اپنے ہوا خواہوں کو اُن کے جور و ستم و ارتداد و نفاق بتا کر سراج منیر کے بدلے لیل مظلم بن گئے اور خلق اللہ کو ایسی ظلمت میں ڈال گئے کہ ناقہ عشوا کی طرح لیلۃ العمیا میں جلتی پھر رہی ہے۔ اور حق کی کوئی راہ مطاعن خلفاء کے معتقدین کو نہیں ملتی حق و باطل کی تمیز جاتی رہی۔ اور باوجودیکہ ہر جگہ حق تعالےٰ امور دین میں اطاعت کفار و منافقین سے منع فرماتا ہے۔ مگر جناب امیر بموجب عقاید شیعہ حضرات شیعہ خلفاء ثلثہ و دیگر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کی اطاعت فرماتے رہے۔ اگر معاذ اللہ خلفاء ثلثہ حسب مذہب شیعہ (خاک بدہان بدگویاں) بددین و مرتد و منافق تھے تو بموجب آیات قرآنی آپ کو ہرگز اُن کا اتباع جائز نہ تھا۔ آنحضرت علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کو مخالفین کی ایذا رسانیوں سے ڈرنے کی ممانعت کی گئی۔ اور خدا تعالےٰ نے شر اعدا کی کفایت کا خود ذمہ وار بنا۔ چنانچہ آنجناب نے بموجب وعدۂ الٰہی بلا خوف و خطر تبلیغ حق فرمائی۔ اور کسی مخالف کو تاب دم زدن نہ ہوا۔ اور حق سبحانہ نے بھی بموجب وعدہ صادقہ آپ کی کامل حفاظت فرمائی اور آپ کو شر اعدا سے بچایا اگر جناب امیر کو وعدہ الٰہی پر ایمان کامل حاصل تھا تو کیوں دشمنان دین سے ڈرے۔ اور ڈر کر اُن کے تابع بنے اور ٹھنڈے پیٹ دین کی بربادی دیکھتے رہے۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کے بھروسہ اور توکل علے اللہ و کفیٰ باللہ وکیلا کے وثوق پر کیوں نہیں خلفائے ثلثہ کے جور و ستم کو روکا۔ اگر جناب صدیق اکبر کی ہی مزاحمت فرماتے تو اُسی وقت شیخین کا طلسم ٹوٹ جاتا۔ اور حق و باطل کی تمیز ہو جاتی۔

(۵)

اگر تقیہ واجب یا جائز ہے۔ تو امام مہدی کیوں سینکڑوں برس سے چھپے بیٹھے ہیں ظاہر رہ کر کیوں نہیں از راہ تقیہ اپنے مخالفین کے تابع ہو گئے۔ اور اور کیوں تقیہ کو پس پشت ڈالا۔ اپنے جد امجد کی اقتدا کیوں نہ فرمائی۔ تقیہ کے پردہ میں اپنے جد امجد کی طرح بہت عافیت کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ البتہ امام مہدی کے طرز عمل سے جس طرح تقیہ کا جواز معلوم ہوا یہ بھی معلوم ہوا کہ بلاد مخالف سے ہجرت و فرار واجب ہے ورنہ امام غائب اس طرح روپوشی کے ساتھ در بدر شہر بشہر حیران و سرگردان نہ پھرتے یا غار تنگ و تار کو اپنا مامن نہ بناتے۔

(۶)

قول فیصل

دلائل سابقہ کے مقابل میں شاید کوئی نافہم آیہ کریمہ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ کو جواز تقیہ کے ثبوت میں پیش کرے تو جاننا چاہیئے کہ یہ حکم ضعفاء مسلمین کا ہے جو اعدائے دین کی ایذا رسانیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ان کو اجازت ہے کہ ناقابل تحمل ایذا کے وقت کلمات کفر بھی بول لیں بشرطیکہ دل میں ایمان راسخ ہو۔ اس پر بھی کلمات کفر کا بولنا واجب نہیں۔ ضرورۃً ایک فوری حالت میں جائز ہے اگر کوئی کلمہ کفر نہ بولے اور دین حق کو نہ چھپائے اور کفار کے ہاتھوں مارا جائے تو ثواب ملے گا۔ نہ عذاب۔ برخلاف تقیہ کے۔ کیونکہ اُن کے یہاں تقیہ واجب ہے لا دین لمن لا تقیۃ لہٗ۔ اگر تقیہ نہ کرے اور کفار کے ہاتھ مارا جائے تو گنہگار جہنمی ہوگا دبلکہ خوف تلف نفس بھی جواز و وجوب تقیہ کے لئے ضروری نہیں۔ ادنے ادنے ضرر سے بچنے و منافع دنیوی کے حاصل کرنے کو بھی تقیہ واجب کر دیا گیا ہے۔ باجماع شیعہ باوجودیکہ ائمہ کی جانیں اُن کے قبضہ اختیار میں ہوتی ہیں۔ اور ان کو اپنے مرنے کا وقت۔ مرنے کی جگہ سب کچھ معلوم ہوتا ہے۔ پھر بھی جناب امیر نے بحسب مذہب شیعہ خلفاء کے مقابل میں تقیہ کیا۔ اور باوجودیکہ آپ مفروض الطاعۃ

Marfat.com

اور امام وقت تھے۔ پھر بھی اپنی امامت کا اظہار نہ کیا بلکہ خلفائے جور کی اطاعت اور اُن کو واجب الاطاعت فرماتے رہے حالانکہ یہ صریح کفر ہے) اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حکم اور ہے۔ اُن کو قولاً و فعلاً صریحی طور پر حق کا خلافت جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو ذکریا علیہ السلام سر پر آرہ چلنے کے وقت کیوں کافروں کی بات مان کے اپنی جان نہ بچا لیتے اور ابراہیم علیہ السلام کیوں آگ میں ڈالے جاتے۔ خود جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں اسقدر تکلیفیں سہتے اور وطن مالوف کو چھوڑتے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام سراپا رشد و مظہر ہدایت ہوتے ہیں۔ اگر اُن کی ایک بات بھی جھوٹ نکلے تو انکی ہر یک بات میں جھوٹ کا احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر تبلیغ اور ہدایت میں نقصان پڑے گا۔ برخلاف عام مسلمانوں کے کہ جب اصول دین ثابت ہو چکے اور احکام شرعی منقح ہو گئے تو کسی کی حق پوشی و خلاف حق بولنے سے اصل دین کو کوئی نقصان نہیں پونہچتا۔ اور اور ایک مسلمان کی جان بھی بچ جاتی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے جھوٹ بولنے میں غرض بعثت انبیاء فوت ہو جاتی ہے۔ اور ذریعہ ہدایت میں فتور ہوتا ہے بس فرق ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ روایات شیعہ بھی مثبت مدعا و عدم جواز تقیہ للانبیاء ہیں۔ تفسیر مجمع البیان طبرسی میں ہے:۔ علی ان الانبیاء لایجوز علیہم الکذب وان لم یقصدوا بہ غرورا ولا ضررا لما لایجوز علیہم التعمیہ فی الاخبار ولا التقیہ لان ذلک یودی الی التشکیک فی اخبارہم۔ نیز اسی میں ہے ولا یخشون احدا الا اللہ کی تفسیر میں ہے۔ ای لایخافون من سوی اللہ فیما یتعلق بالاداء والتبلیغ وفی ہذا دلالۃ علے ان الانبیاء لایجوز علیہم التقیہ" ذو الفقار علی،

اساس الاصول کے مقصد ثانی کے فصل ثالث میں ہے واستدلوا علی حجیتہ (ای التقریر) بان التقریر علے المنکر من النبی ممتنع ؛ اعلم ان الامامیہ لما قالوا بعصمۃ الائمۃ ووجوب امتثالہم ووجوب التاسی بہم فعندہم افعال الائمۃ واقوالہم وتقریرہم کافعال النبی واقوالہ وتقریرہ فی کونہا حجۃ علی التفصیل المسطور بلا تفاوت فی ذلک الا فی باب التقیۃ فان فعلہم وقولہم وتقریرہم ربما کان للتقیۃ بخلاف النبی"،

اور شیعوں کے نزدیک امامت تالی نبوت بلکہ ہمسر نبوت ہے جس طرح انکار نبوت کفر ہے انکار امامت بھی کفر ہے پس جو باتیں انبیا علیہم السلام کو جائز نہونگی ائمہ کو بھی جائز نہونگی چنانچہ اصول کافی۔ کی روایت ہے۔ عن محمد بن مسلم سمعت

ابا عبد اللہ یقول الائمۃ بمنزلۃ رسول اللہ الا انہم لیسوا بانبیاء ولا یحل لہم من النساء ما یحل للنبی فاما خلا ذلک فہم بمنزلۃ رسول اللہ۔ ،، د سطرقۃ الکرامہ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے بجز اسکے کہ ائمہ کو چار نکاح سے زائد کی اجازت نہیں اس کے علاوہ تمامی احکام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وائمہ رضی اللہ عنہم برابر ہیں۔

غرض اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ جس طرح آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو تقیہ جائز نہ تھا۔ ائمہ کیلئے بھی نہوگا دوسری یہ کہ جو حکم آنحضرت کو تھا اُس کی تعمیل جناب امیر کو بھی لازم ہے۔ اور بموجب تقریر سابق آیات قرآنی سے واضح ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا فرائض منصبی تھے پس جناب امیر کے بھی وہی ہونگے۔ حالانکہ بحسب اصول شیعہ آپ نے ان میں سے ایک کی بھی تعمیل نہیں کی بلکہ سب کو خیرباد کہہ دیا اب دو ہی باتیں ہیں یا امامت ثانی نبوت نہیں یا جناب امیر امام منصوص من اللہ نہیں اور یہ دونوں نقیض مذہب شیعہ ہیں فثبت المطلوب باحسن اسلوب والحمد للہ علی ذلک۔ اب اگر اس کو دیکھتے ہیں کہ خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو پوری طرح برتا۔ اوامر ونواہی شرعی کا پورا لحاظ رکھا جس کے علماء شیعہ بھی مقر ہیں علم الہدے حضرت صدیق کو حبیل الطاہر معظم فرماتے ہیں کمامر ابن میثم بحرانی کی عبارت بھی لکھی جا چکی ہے۔ "وعن الثانی ان الفرق بین الخلفاء الثلثۃ وبین معاویۃ فی اقامۃ حدود اللہ والعمل بمقتضے اوامرہ ونواہیہ ظاہرٌ" تو ہمیں یہ کہنے کا اچھی طرح حق حاصل ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرات بلاشبہ خلیفہ رسول اللہ تھے۔ اور ان کی خلافت فی الحقیقت نیابت رسول اللہ تھی۔ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ سبحان اللہ یہ بھی عجیب بات ہے۔ کہ جناب رسول اللہ تو اعلاء کلمۃ اللہ و اظہار حق فرمائیں اور آپ کے وصی مطلق ونائب برحق ناحق کوشی و حق پوشی کو اپنا دستور العمل بنائیں ان ھذا الشیئ عجاب حالانکہ اصول کافی کی گذشتہ روایت کے مطابق موصی ووصی کے فرائض ایک تھے۔

یہ بھی ایک عجیب راز ہے کہ جب آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو منظالم

خلفائے ثلثہ کی پوری خبر تھی اور جناب امیر کو آپ کی بے بسی کی وجہ سے زمانہ خلفاء میں بجز اسکے کہ دم بخود رہ کر خلفاء کے ہاں میں ہاں ملایا کریں اظہار حق کی اجازت نہیں بلکہ دین کو چھپائے رکھنے کی وصیت کی گئی تھی جس سے دین کا کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ جناب امیر کی حق پوشی اور خلفائے ثلثہ کے مخرب دین اعمال و احکام کی تعمیل کرتے رہنے سے غیر دین دین بن گیا اور آپ ہی کی متبعانہ حرکات و سکنات سے حقیقت خلافت خلفائے ثلثہ پر استدلال ہونے لگا۔ اور ایسے مجبور و معذور شخص کو حق تعالے نے خلافت مصطفوی کے لئے کیوں منصوص فرمایا اور اس میں کیا حکمت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسے معذور اور بودے شخص کو اپنا جانشین بنایا جس کی بزدلانہ اور منافقانہ حرکات و سکنات کی وجہ سے مخالفین پر حجۃ اللہ بھی قائم نہیں ہوئی کیا یہ مقتضائے عدل ہے کیا اعلاء کلمۃ اللہ و نصرت دین متین کے لئے ایسا ہی شخص موزون تھا۔

اور کیا ایسا مہتم بالشان امر جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے ایسے شخص کی تخلیف سے جس سے نصرت دین کی جگہ اہانت اور اعلاء کی جگہ اخفا کے سوا اور کچھ نہ ہو سکا مخالفین اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہیں ملا کہ اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سچے نبی ہوتے اور آپ کو دعوے نبوت سے دنیا طلبی مقصود نہ ہوتی تو جان بوجھ کر ایسے شخص کو اپنا جانشین نہ بناتے کیا ایسی ناقابل اولاد کو خلیفہ بنانا دنیا طلبی اور فقط ملک گیری و تحصیل حشمت و جاہ دنیوی کی دلیل نہیں کیا اعلاء کلمۃ اللہ و نصرت حق و اشاعت دین کی ضرورت آپ ہی تک تھی کہ آپ کے جانشین کو اس کی ضرورت نہ رہی کیا ایسا دین آخری دین اور ایسا نبی خاتم النبیین ہو سکتا ہے کہ مدعی نبوت کے ساتھ اس کے دعاوی بھی مدفون ہو جائیں کیا آپ کے بعد لوگوں کو تا قیامت دین محمدی کی ضرورت نہیں تھی یا نہیں ہے کہ دوازدہ ائمہ ایسے آپ کے جانشینوں کو اخفا بلکہ تبدیل دین کی وصیت کی گئی کیا قرآن مجید کا یہ حکم قَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ - آپ کے جانشینوں کو اس کی تعمیل ضروری نہ تھی اور نہیں ہے کیا آپ کا جانشین دو مخالف دین جماعت میں سے ایک (خلفاء ثلثہ) کی متابعت و موافقت اور دوسری (معاویہ وغیرہم) کے ساتھ مقاتلہ و مزاحمت میں بموجب آیۃ سابقہ کبھی محق سمجھا جا سکتا ہے اور کیا اس کی یہ کاروائی دنیا طلبوں کی پالیسی کے مطابق نہیں ہے کہ پہلے تو حکام وقت اور اُن کے اتباع کی خوشامد

ودلجوی میں لگے رہے اور جب ان کے بعد ان کی اتباع کی عنایت و توجہ سے یا موقع پاکر خود حاکم و خلیفہ بن بیٹھے اس وقت اپنے مخالفین کی سرکوبی کو طیار ہو گئے اور صبر و سکوت یا مداہنت کی پالسی بدل دی گیا تاریخ عالم میں یہ کوئی نئی بات ہے کہ خدام جان نثار موقع ملنے پر لوکان روزگار ہو گئے۔

اہل بصیرت اس تقریر کو بغور و تامل دیکھیں و حضرات شیعہ کو ان کی عقلمندی و ذہن کی داد دیں۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

تنبیہ

شیعان ہند جو اہل سنت سے برسر پیکار ہوتے اور قانون انگریزی کو ترک تقیہ کا آڑ بناتے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ بموجب احادیث متواترہ امام تقیہ ہر مومن پاک پر واجب ہے جو شخص تا ظہور امام غائب تقیہ نہ کرے دین و ایمان سے خارج ہے کما فی کتاب الاعتقادات لشیخ المشائخ وغیرہا من المعتبرات۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ اکثر شیعان ایام غیبت امام مہدی مثل یہود مرتد شدند کہ پیش از بعثت انبیا علیہم السلام ایمان بایشاں می آوردند بار بسبب اغراض فاسدہ انکار میکردند۔" (منتہی الکلام) کیونکہ جب شیعوں کو مخالفین کا مقابلہ اور ان کے ساتھ مناظرہ کرنے سے منع کر دیا گیا۔ اور وہ خواہ مخواہ مخالفین سے ان کی ایذا دہی کے لئے از راہ تعصب قانونی آزادی کے بنا پر دست بگریباں ہوتے ہیں کہیں علم کا قصہ کہیں اذان پر جھگڑا کہیں کتب و رسائل میں مخالفین پر لعن و تبرا۔ حالانکہ بیچارے ائمہ ہدیٰ برابر تقیہ کے پردہ میں چھپے بیٹھے رہے پھر ایسی حجتی لااتنی کیوں نہیں یومنون ببعض و یکفرون ببعض کے بنا پر مماثل یہود ٹھہریں گے۔

افسوس یہ حضرات اتنا نہیں سمجھتے کہ حکومت انگریزی میں اگر فی الحقیقت تقیہ ساقط ہو گیا ہوتا تو امام مہدی علیہ السلام کب ہی نہ گوشہ گمنامی سے نکل کر بلا خوف و خطر کو فتہ الہند لکھنؤ میں آموجود ہوتے اور جب گورنمنٹ انگلیشیہ کے سایۂ عاطفت میں رہ کر بلا طمع سلطنت فقط ترویج مذہب کی سعی فرماتے رہتے تو غالب یہی ہے کہ ہماری گورنمنٹ بھی آپ کی قدر افزائی فرماتی۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Marfat.com

اور جب امام زماں سے تقیہ ساقط نہ ہوا تو حضرات شیعہ کس کھیت کی مولی ٹھیرے کہ ان کے لئے سب کچھ جائز ہو گیا اور بموجب عقائد امامیہ امام مہدی کے غائب ہو جانے کی وجہ بھی فقط خوف مخالفین ہے چنانچہ مجلسی صراط النجاۃ میں درباب عقائد امامیہ لکھتے ہیں:-

گویند امام بعد از پیغمبر دوازدہ اند ویکے از ایشان مدت بسیار مخفی خواہد بود از ترس و آخر بیروں آید"

اور جب گورنمنٹ انگلشیہ کے طفیل ہندوستان ہر یک شجاع [illegible] مامن ہے پھر تو بصورت جواز ترک تقیہ یہاں آپ کو ظاہر ہو جانا ضروری تھا ہندوستان میں مومنین و مومنات کی ہدایت فرماتے جنگل پہاڑوں میں بھاگے پھرنے سے بجز تضییع اوقات کے اور کیا حاصل ہے غرض سرداب کو چھوڑ کر ہندوستان کو دار الہجرت بنانا آپ پر واجب ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا پر اگر ایمان ہے تو ہندوستان کو ہجرت کر آنا ضروری۔

مگر شاید حضرت امام کو اس میں یہ عذر ہو کہ امام کو متبوع ہونا چاہیئے نہ تابع اور یہاں آپ کو تابع ہی بن کر رہنا ہوگا۔ مگر آپ کو باور کرنا چاہیئے کہ آپ کے جد امجد کی زمانہ خلفاء ثلثہ میں بموجب روایات شیعہ جیسی قدر و منزلت تھی اوس سے ہزار درجہ زیادہ ہماری گورنمنٹ اُن کی قدر فرمائیگی یہاں انشاء اللہ آپ کو ہرگز اس کی نوبت نہ آئے گی کہ رسی گردن میں پڑی ہو اور دو شخص کھینچے کھینچتے آپ کو کچہریوں میں لئے جاتے ہوں اور جب امیر المومنین کو ایسی خوف اور مذلت کے ساتھ حکام وقت کے تابع بننے میں کوئی عذر نہ ہوا تو آپکو عزت و عافیت کے ساتھ حکام وقت کی متابعت میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے

اب امامیہ ہند پر واجب ہے۔ کہ یا تو امام غائب کو یہاں بلائیں اور امام و ماموم ملکر اپنے مخالفوں کا مقابلہ فرمائیں یا بربنائے وساوس تقیہ کے حبل متین کو توڑ کر زبان منہ زوری نہ دکھائیں اور فعل معصوم کو سابق و قاید بنائیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ ؂

بر رسولاں بلاغ [illegible]

مگر بیچارے شیعے امام غائب کو لائیں تو کہاں سے لائیں جس چیز کا وجو[illegible]

Marfat.com

42°00′
1201
1645
1995
Shrine
985
1315
1699
1732
1184
32
33
1670
4
5
6
Ch'ing Ho
1273
669
2690
1693
2572
Ch'ing-ho-mem
Qinghemen
Dam
715
1729
699
7°30′W
1329
Lichin
Dam
Xi He
Aqueduct
30
19
Towers
259
CONSTRUCTION
295
230
I-hsien
Yixian
Tank

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مسافر 5 73

لقد جئتکم بالحق ولکن اکثرکم للحق کرھون ۵

از تصنیف ماہر معقول و منقول حاوی فروع و اصول محیی السنۃ
قامع البدعۃ حاج الحرمین مولانا السید ولایت حسین صاحب رئیس دیورہ
(صوبہ بہار) مدت ظلال مکارمہ و فیوضہ بحرمۃ سید الثقلین

1885

کشف التلبیس

المعروف بہ

الہادی

(جلد ثالث)

حسب ارشاد
حضرت مولانا مولوی ظہور احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار
و مدیر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

کارکنان حزب الانصار نے جریدہ شمس الاسلام کے ساتھ
طبع کرایا

Marfat.com